



بچوں کا اسلام

29 ربیع الثانی 1434ھ - 6 اکتوبر 2013ء

کون سے گائے کو شہریت

رہائی



لیڈ کروز



شہید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"شہید قتل ہونے کی تکلیف نہیں پاتا مگر جس طرح تم میں سے کسی کو
چھوٹی کے کاٹنے کی تکلیف ہوتی ہے، بس اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے۔"
(ترمذی)

اس سے بہتر

"اور اس سے بہتر کس کا دن ہوگا جس نے اپنے چہرے کو (سارے
وجودِ سمیت) اللہ کے آگے جھکا دیا ہو جب کہ وہ نیکی کا شکر کرے گی اور جس نے
سیدھے سے اپنے ابراہیم کے دین کی پیروی کی ہو اور (یہ معلوم ہی ہے کہ) اللہ
تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خاص دوست بنالیا تھا۔" (سورہ سبأ: 125)

دوبابتی

"کیا اے تائبین
...آپ کون ہیں؟"
ان کی طرف سے
جواب آیا:

"ہمیں... میں نے بھی اے تائب... دشمنان کے فتنوں والوں نے...
"حد ہوگئی... آپ بھی حبیب ہیں اور دشمنان کے فتنوں والے بھی غریب ہیں... یعنی
ملا جا کر حبیب و غریب ہیں۔"
اس پر افضل صاحب فس دے، پھر چونک کر پوچھ بیٹھے
"آپ کا اگر تو آپ کو باقاعدہ اخبار دے کر چاہتا ہے۔"
میں نے فوراً کہا:
"بھلا وہ مجھے باقاعدہ کیوں نہ دے کر جائے گا... ہر ماہ کی آخری تاریخ کو اخبار کا
پل چرومٹ کر رہتا ہوں۔"

اب حیران ہونے کی باری ان کی تھی... چلا کر کہنے لگے:
"کیا کیا... آپ اخبار کا پل دیتے ہیں... لیکن آپ کو اعزازی اخبار کا ہوا ہے
شروع سے... یعنی جب سے بچوں کا اسلام شروع ہوا ہے۔"
"اے باپ دے... میں دھک سے روکیا، پھر میں نے کہا:
"لیکن میں تو کیا دوسال سے پھر مل دیتا ہوں۔"

اب ان کی حیرت بے چاری بے فائدہ ہوگئی... میرا مطلب ہے، ان کی حیرت کا
کوئی نمونہ نہ تھا... کہنے لگے: میں ابھی ان کی خریدتا ہوں...
ان کے خریدنے کا نتیجہ تو راہی برآمد ہو گیا... پہلے لاہور دفتر کا فون ملا، پھر جنگ کے
ایجنسی ہولڈر کا... پھر ہر صاحب بھی خریدنے لگے... میں نے انہیں ایک لفظ بھی
نہیں کہا۔

مجھے تو بہر حال اعزازی اخبار ملنے لگ گیا ہے... لیکن کتنے... مولانا افضل
صاحب کو اب بھی ہرگز اخبار دے جاتا ہے... یہی نہیں... میری دعا ہے... وہ ہر
صاحب... یہ وہ تائبین پر حد تک... آمین!

والسلام

سید

اسلام پر حکم و رحمت اللہ برکات ان دو باتیں کا نام اگر وہ ظلم و رکھ دوں تو بالکل بے جا
تھیں ہوگا۔ کیوں کہ ان دو باتیں میں شروع سے آخر تک ان دو ظلم ترین انسانوں ہی
کا ذکر ہوگا۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپ ان پر سرکنا شروع کر دیں... ان پر ترس
کمانے کی بہر حال دور و درنگ کوئی فتح نہیں...

ہوا کچھ یوں کہ بچوں کا اسلام کی پرستش کے سلسلے میں ان کرنے کی ضرورت پیش
آئی... اس قسم کے تمام کاموں میں مجھے مولانا افضل صاحب کو فائدہ پہنچا رہا ہے...
مولانا افضل صاحب ہمارے روزنامہ اسلام کے ایڈیٹر ہیں آخر... اور اتفاق سے ہیں
میں بھی انھیں... روزنامہ اسلام ہاشادشاہ صرف کراچی اور لاہور سے ہی نہیں، اسلام آباد،
ملتان، مظفر آباد اور پشاور سے بھی شائع ہوتا ہے... گویا پورے پاکستان میں چھ مقامات
سے شائع ہوتا ہے... ان تمام کے معاملات اسی کے ذمے ہیں... خون کا قیام ملتان
میں ہے... لیکن بھی شہروں کے دورے کرنے چاہتے ہیں... کبھی کراچی میں پائے
جاتے ہیں تو کبھی ملتان میں... اور یہی ہائی شہروں میں سے کسی شہر میں...

ضرورت محسوس ہونے پر میں نے انہیں فون کیا... اور پھر سے ہی بول اٹھا:
"آپ آج کا بچوں کا اسلام دیکھنا۔"

میرا جملہ ان فکروں نے کچھ ایسی سرمدہ بھری کہ شدہ موسم گرما ہوتے ہوئے بھی
مجھے ایک پرفلف خنک کا احساس ہوا... میں لگے سر دھو کا کوئی جھوٹا قسم سے گھرایا
ہو... پھر کہنے لگے:

"ہاں کبھی اخبار ڈال کر نہیں گیا اور پرسوں بھی... خیال ہے آج بھی نہیں آگے۔"
یہ بات سن کر مارے حیرت کے میری سٹی ٹیم ہوگئی... کیونکہ عام لوگ تو اکثر ہارکوں
کی صفائیاں کرتے نظر آتے ہیں... لیکن مولانا افضل صاحب تو روزنامہ اسلام کے
ایڈیٹر ہیں... ان کے گھر اخبار کا نہ تھا دوسرے انجنیئر یا باغیچے...

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... میرا مطلب ہے... بھلا یہ کیسے ممکن ہے... کہ ہر
ادھر ادھر لوگوں کو اخبار دے جائے اور آپ کے پاس نہ دے کر جائے۔"

اب انھوں نے جواب دیا، وہ پہلے سے بھی زیادہ حیرت کی بات تھی... کہنے لگے:
"ایسا تو آکر ہوتا ہے... وہ اکثر اخبار ڈال کر نکلتے جاتے... واصل دوسرے جہاں...
پانچویں کو مولوی صاحب ہیں... جن کے لیے اعزازی اخبار جاری کیا گیا ہے... اس
لئے بھی ڈال جاتا ہے... کبھی نہیں... بچوں کا اسلام دفتر جاری دیکھنے کو دیتا ہے۔"

اب میری حیرت کا کیا پوچھتا... میں نے ان سے پوچھا:

سالانہ ذریعہ تعاون انڈون ملک: 600 روپے، بھون ملک: 3700 روپے

021 36609983

فون: 021 36609983، دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد 4، کراچی فون

www.dailyislam.pk، ای میل: bkisiam4u@gmail.com

589 بچوں کا اسلام

2

خط کتابت کا پتہ

خانہ بدیلنے کی ضرورت

ہو جاتا ہے اور کون اپنے رب کو راضی کرتا ہے۔ جب اللہ پاک کی ذات نے دنیا کے اسباب میں جہنم سکون کو رکھا اور نہیں تو پھر ہر کسی کے پاس دنیا کے لئے ہی اسباب جمع ہو جائیں، سکون اور جہنم نہیں لگے گا، کیوں کہ دونوں کا سکون اور طہمتان تو اللہ پاک نے اپنے آپ پر سہ دین پر پہلے میں رکھا ہے۔

"اچھا! مارے جبرت کے اس کے منہ سے ہے اختیار نکلا، میں ہی وقت سمجھتی و یار پر بیٹھے کیڑوں میں سے ایک کیڑا اُن کران کے قریب جہنم میں آ بیٹھا۔ کیڑا کو پکھتے ہی ایک مثال مولانا صاحب کے ذہن میں آگئی اور وہ بار بار فرماتے گئے۔ "آپ نے شاید دیکھا ہو کہ دیہاتوں میں ان کیڑوں کو کھٹکے کے لیے ایک کنواں کو رکھا کہ اس میں چاروں طرف خانے بنا کر اس میں ان کو رکھا جاتا ہے۔"

"جی! اہاں!"
"اس کنویں میں کچھ نیچے کے خانوں میں ہوتے ہیں اور کچھ اوپر کے خانوں میں۔ اب اگر یہ کیڑا اس محنت میں لگ جائے کہ نیچے کے خانے سے اوپر کے خانے میں آ جائے، اس کو دانہ دھکا کا مسئلہ ہو جائے تو کیا نیچے کے خانے سے اوپر کے خانے میں آنے سے ان کا مسئلہ حل ہو جائے گا؟"

"جی نہیں!"
"بالکل ٹھیک! ان کا مسئلہ نہیں ہوگا، بلکہ آپس میں بھی جھگڑا فساد ہوگا، لیکن اگر یہ کیڑا اپنے مالک کو راضی کرنے میں لگ جائے تو پھر چاہے یہ نیچے کے خانے میں ہوں یا اوپر کے، ان کے دانے کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"جی ہاں!"
"بس ایسا بات یاد رکھنے کی ہے۔ ایک بے خانہ بدلنے کی محنت اور ایک بے مالک کو راضی کرنے کی محنت تو آپ ہی بتائیے مسئلہ کس محنت سے حل ہوگا؟"

"مالک کو راضی کرنے کی محنت سے۔"
"تو پھر جو کچھ زندگی اللہ کو راضی کر کے گزار گئی، اس پر اب تو بے استحقاق ہو۔ اب تک آپ خانہ بدلنے کی محنت کرتے رہے، اس لیے مسئلہ ابھرا اور آج سے نیت کر کے اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کی محنت کریں گے۔ ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"ان شاء اللہ! اس کے منہ سے نکلا۔"

طبیعت میں بھی اب چڑچاہن آ گیا ہے۔ ذرا دیر سی بات پر پلو پڑتی ہے اور کھٹکوں کی دہی اور تعذیب میں معذرت دیتی ہے۔ اب تو اس نیچے پر پہنچا ہوں کہ مرکز ہی سکون ملے تو ملے۔ اس دنیا میں تو پھر سکون و طہمتان ملنا ممکن نظر نہیں آ رہا۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔

محمد نصیر ہزاروی - کراچی

"بھائی صاحب! مرنے کے بعد بھی سکون و طہمتان اسے نصیب ہوگا جو اللہ پاک کی ذات کو راضی کر کے جائے گا۔ آپ سے دراصل ایک بنیادی غلطی ہو گئی۔" مولانا نے کہنا شروع کیا۔

"بنیادی غلطی؟ کیا مطلب؟" وہ جبر سے ہلا۔
"جی ہاں! آپ سے یہ بنیادی غلطی ہو گئی کہ آپ سکون اور جہنم وہاں تلاش کرتے رہے جہاں اللہ پاک کی ذات نے رکھا ہی نہیں۔ دینا اور اس کے سامنے اسباب کو اللہ پاک نے ہمارے سکون و طہمتان کے لیے نہیں بنایا، بلکہ ہمارے امتحان کے لیے بنایا ہے کہ ان اسباب میں لگ کر کون ابھی کا

میل کر دینا

نظم دو چار میل کر دینا
اپنے اشعار میل کر دینا
پکلی پھلکی سی چوٹی لعلیں
کر کے تیار میل کر دینا
ہاں اشعار کی قمیص حاجت
تازہ افکار میل کر دینا
گھر کا بیس ڈس کلف ہو تو اوڑھ
جا کے بازار میل کر دینا

ہو نہ بازار سے بھی گرا میل
خدا بعد بچار میل کر دینا

شوق سے اشتیاق احمد کو
اپنا ہتھیار میل کر دینا

افرجو نبوری

"بیٹے! میں خود کھی کرتا پاتا ہوں۔"
مولانا صاحب چمک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ پچاس پچھن سال کی عمر کا پختہ عمر آدمی تھا۔ لباس اور تراش غریب سے مال دار آدمی دکھائی دیتا تھا۔ چہرے سے بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ مولانا صاحب جھک کر فرما پڑا کہ کوسمہ کے میں ابھی بیٹھے ہی بیٹھے تھے کہ فیض اُن کے قریب آ کر بیٹھ گیا تھا۔
"کسی فرمایا آپ نے؟" مولانا صاحب نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔
"میں خود کھی کرتا پاتا ہوں۔"
"خود کھی تو ہمارے مذہب میں حرام ہے۔"
"کیوں کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ جس مسئلے کی وجہ سے پریشان ہو کر خود کھی کرتا پاتے ہیں، اللہ پاک اس مسئلے کو اپنی قدرت سے حل کرنے پر قادر ہیں۔ جب ایک پریشانی سے نجات کا راستہ موجود ہے تو پھر اس کی وجہ سے اپنی قیمتی زندگی کو کیوں ختم کیا جائے۔"

"لیکن میں تو ساری زندگی بھاگ بھاگ کر تنہا گیا ہوں، مجھے جہنم و سکون میسر نہیں آ سکے۔ غالب غلطی کے زمانے میں جب سکون میں چڑچاہتا تو یہ سوچا کرتا تھا کہ یہ چہرہ میں جہنم و شدت کے۔ جب چڑھ لکھ کر بڑا آدمی بن جائوں گا تو سکون سے زندگی کر دے گی۔ پھر میں چڑھ لکھ کر الجھنے میں گیا تو اس فکر میں گیا کہ ابھی کی زندگی تو ختم کر چکا ہے اور شادی ہو جائے گی تو پانی زندگی حار سے نہ کڑے گی۔ پھر ابھی ملازمت بھی مل گئی اور شادی بھی ہو گئی، لیکن دل سکون پھر میسر نہ ہو سکا۔ یہی مسئلہ وہ دیکھا کہ اچھا سا گھرانہ، تاکہ ہم اور ہمارے بچے سکون سے اس میں رہ سکیں۔ شان دار بنگلہ خانے کے باوجود بھی زم زم بستر پر سکون نیند تو ترستا رہا۔ یہاں تک کہ میرے چار بچے پیدا ہو گئے۔ دل میں یہی خیال تھا کہ چلو جب یہ بچے بڑے ہوں گے اور ساری ذمہ داریاں سنبھال لیں گے تو میں فارغ ہو جاؤں گا اور پھر سکون کی زندگی گزاروں گا۔ نل! لیکن۔" وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔
"لیکن کیا؟" مولانا نے اشتہار کیا۔

"بچے بڑے ہو گئے اور سب کو پڑھا لکھا کر دیتے ہیں اور ایک بچی اور بچہ ابھی ابھی آئی ہیں۔ اب پریشان کن بات یہ ہے کہ میری اولاد کو مجھ سے حدیث نہیں ہے جو اولاد کو اپنے باپ سے ہوتی ہے اور ان کے پاس مجھے دینے کے لیے وقت ہی نہیں ہے۔ مگر میں آخر کچھ اپنے گھر سے پڑا رہتا ہوں۔ یہی کی

واقعات صحابہ کے

”تم حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ سے کہو کہ ہم نے سامان منگوایا ہے۔“ انھوں نے جا کر آپ ﷺ سے یہ عرض کر دیا۔ آپ نے سن کر فرمایا ”وہ دونوں جو کھانا کھائے ہیں۔“ ان صاحب نے جا کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو آپ کا جواب بتا دیا۔ اب یہ دونوں حضرات خود آپ میں تشریف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا:

بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے۔“

یعنی اسی کو تو نصیحت کیجئے ہیں، اگر وہ بات اس میں نہ ہو تو پھر تو یہ بہتان ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ایسے میں ایک آدمی کے بارے میں کسی نے کہا: ”کوئی دوسرا اس کے کھانے کا بندوبست کر دے تو وہ کھا لیتا ہے، کوئی دوسرا آدمی اس کی سواری پر کھادو کس سے تو وہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔“ (مطلب یہ تھا کہ وہ بہت سست ہے، اپنے کام خود کو نہیں کرتا)

حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”تم اس کی نصیحت کر رہے ہو۔“ ان لوگوں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! ہم نے تو وہی بات کہی ہے، جو اس میں ہے۔“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”نصیحت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ تم اپنے

قدم جبہ قدم

”اے اللہ کے رسول! ہم نے کون سے سامان سے روٹی کھائی ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”اپنے بھائی کے گوشت سے، اس ذات کی قسم جس کے لینے میں میری جان ہے۔ میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔“ ان دونوں حضرات نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے استغفار فرما دیجیے۔“ آپ نے فرمایا:

”اس سے کہو! وہ تمہارے لیے استغفار کرے۔“ (یعنی جس کی نصیحت کی ہے، اس سے عافی مانگو)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ وہ آپ دونوں کی خدمت کرتے تھے۔ ایک دن ان کے ذمے کھانا پکانا تھا، لیکن وہ سوتے رہ گئے۔ اس طرح وقت پر کھانا نہ پک سکا۔ ان دونوں حضرات نے ان کے بارے میں یہ کہہ دیا: ”یہ سو رہے۔“ پھر ان حضرات نے انہیں چکا دیا اور ان سے کہا:

حج و زیارات کی پیکج

دو کتابوں اور تین سی ڈیز کا خوبصورت مجموعہ

نیک نیتان کے ساتھ



کل قیمت 450 روپے
رعائتی قیمت 400 روپے
ڈاک خرچ مفت

لے کے چئے:

1. دارالافتاء میں حج کی پیکج
2. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
3. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
4. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
5. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
6. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
7. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
8. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
9. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
10. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
11. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ
12. 13 کتابیں اور ایک سی ڈی کا مجموعہ

ایک رات حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرا دیا۔ یہ حضرات پہلے جا رہے تھے کہ ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے۔ نزدیک پہنچے تو گھر کا دروازہ بند نظر آیا اور اندر کچھ لوگ ڈور ڈور سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: ”کیا آپ جانتے ہیں، یہ گھر کس کا ہے۔“ انھوں نے کہا: ”جی نہیں! میں نہیں جانتا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ ربیعہ بن اُمیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کا گھر ہے اور یہ سب اس وقت شراب پی رہے ہیں (یعنی ان کے خورے سے یہ بات ثابت ہے) آپ کا کیا خیال ہے؟ (میں کیا کرنا چاہتا ہوں)“ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرا خیال ہے کہ ہم دو کام کر بیٹھیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روک رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اور سراغ لگے گا اور ہم اس گھر کے افراد کا سراغ لگانے لگ جائیں گے۔“ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔

دوکان نمبر 11 مقام کتاب مارکیٹ نزد جامعہ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، رابطہ نمبر 0314-2138797 (کراچی)

فہرست مضامین

ایک دکان پر دو تین لڑکے بیٹھے تھے۔ ان کے قریب سے ایک قادیانی گزرا۔ انھوں نے اسے سامنے کے لیے مرزا کو دو تین گالیاں لگال دیں۔

یہ واقعہ ہے اور کازہ شہر کا اور پاکستان بننے سے پہلے کا۔ اس وقت انگریز حکومت قادیانیوں کا پورا پورا ساتھ دیتی تھی۔ اس قادیانی نے ان مسلمان لڑکوں کے خلاف عدالت میں جگہ فرات کا دعویٰ کر دیا۔ اس پر اڈاکہ کے مسلمانوں نے مجلس احرار لاہور کے دفتر کو خط لکھ کر ساری صورت حال بتائی اور درخواست کی کہ ان کی مدد کے لیے دفتر سے کسی کو بھیجا جائے جو عدالتی کارروائی میں ہماری مدد کر سکے۔

دیں محمد سیکر

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے مولانا محمد حیات رحمہ اللہ کو رقم دیا: "آپ اڈاکہ پہلے جائیں اور اس کیس کی پیروی کریں۔ مولانا حیات اڈاکہ پہنچ گئے۔ دھتوریل سے ملاقات کی، سارے کیس کا مطالعہ کیا، پھر ایک وکیل کی خدمات حاصل کیں۔ اسے سنائیں دکھائیں، حوالے دکھائے اور یہ بھی بتایا کہ مرزا نے مسلمانوں کو کیا کیا گالیاں دی ہیں۔ مقررہ تاریخ کو عدالت کو انھوں سے کچھ کچھ بھرتی۔ سب لوگ اس مقدمے کی کارروائی کو سننا چاہتے تھے۔ مولانا حیات صاحب نے وکیل کی جرتاری کرائی تھی وہ سب بچی روٹی، وکیل اس طرف آیا ہی نہیں بلکہ اس نے عدالت میں اس قادیانی سے کہا:

"آپ قاضی ان لوگوں سے مرزا کو کون سی گالی دی ہے۔"

قادیانی کو یہ سن کر سخت ہنسیا کر وکیل نے یہ کیا سوال کر دیا اور بمجلس منہ پر دھمال رکھ کر سترنے لگا کہ وکیل نے کیا خوب سوال کیا ہے۔ آخر غصے آکر مرزا نے کہا:

"مجھے پانچویں سیکڑوں کی گالی لگائی تھی۔"

اس پر وکیل نے کہا:

"کوئی بات نہیں، میں گالیاں لگاتا ہوں۔ آپ سنتے جائیں۔ جب وہ گالی آئے، مجھے بتادیں۔"

وکیل نے ایک ہی سانس میں مرزا کی کوئی گالی لگال دیں، پھر اس نے قادیانی سے پرچھا:

"کیا ان گالیوں میں وہ گالی آئی ہے جو ان لڑکوں نے لگائی ہے۔"

قادیانی نے پھر کہا:

"مجھے پانچویں۔"

اس پر وکیل نے کہا:

"تو پھر اڈاکہ لیں سٹو۔"

اس مرحلہ وکیل نے پوری 51 گالیاں لگال دیں۔ بمجلس اور تمام حاضرین ہر طرح ہنس رہے تھے۔ بس مرزا کی سانس کھڑا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ اب پھر وکیل نے کہا:

"ان میں سے کوئی گالی آئی ہے۔"

اس نے پھر کہا: "مجھے پانچویں۔"

اب وکیل نے کہا: "میں اور گالیاں یاد کر کے آؤں گا۔ آپ کل کی تاریخ دے دیں، اسے بھی شاید کل تک دو گالی یاد آئے۔"

دوسرے دن جب وکیل اور مسلمان عدالت میں پہنچے تو قادیانی وہاں موجود نہیں تھا۔ بمجلس نے وکیل صاحب کو بتایا:

"وکیل درخواست دے گیا تھا کہ ہم اپنا کیس واپس لیتے ہیں۔"

اس طرح مسلمان وکیلس جیت گئے۔

"اور سراج مت لگاؤ اور ہم اس گھر کے افراد کا سراج لگانے لگ گئے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔

○

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب کی دن سے نظر نہیں آئے تھے، آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"آئیں! اہل ان کے گھر جا کر دیکھتے ہیں کہ وہ کس کام میں لگے ہوئے ہیں۔"

چنانچہ یہ حضرات ان کے گھر گئے۔ انھوں نے دیکھا وہ ان کے گھر کا دروازہ کھلا ہے اور وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں اور ان کی بیوی اپنے کی کوئی چیز بزنس میں ڈال ڈال کر انھیں پلا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اس کام میں لگ کر انھوں نے ہمارے پاس

○

حضرت عبدالرحمن نے عرض کیا:

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ اس بزنس میں کیا ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"کیا آپ کو یہ ڈر ہے کہ ہم جاسوسی کر رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا:

"اے امیر المؤمنین! ہاں یہ جاسوسی ہے۔"

(جس سے اللہ نے روکا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"اب اس گناہ سے تو بچا کیا طریقہ ہے۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا:

"آپ کو اس کی جو بات معلوم ہوئی ہے، وہ اسے نہ بتائیں اور آپ ہمیں دل میں اچھا خیال کریں۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے۔

○

چند مسافروں نے مدینہ منورہ کے ایک کونے میں آکر چڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات ان کا پہرہ دہنے کے لیے چلے گئے۔ جب رات گزرے۔ آپ نے دیکھا، اس گھر میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ کھجور کھا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: "کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہے۔"

ان میں سے ایک نے کہا:

"ہی یاں! اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے۔ اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے روکا ہے۔" (یعنی انھوں نے گھر کے اندر دینی حالات معلوم کرنے سے منع فرمایا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو یقیناً ان کے حال پر چھوڑ کر واپس آ گئے۔ (جاری ہے)۔

تصویب کی دھمکی

اشتیاق احمد

تقریباً آدھ گھنٹے بعد وہ سردار ہارون کی کونگی کے سامنے پہنچے۔۔۔
نہ جانے کیوں ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔۔۔ اس قسم کے کاموں سے آئے دن انہیں واسطہ پڑتا رہتا تھا۔۔۔ لیکن دل اس انداز سے نہیں دھڑکتا تھا۔۔۔

”خدا یارم میرا دل مجھے خطرے کی گھنٹی سناتا رہا ہے۔“ آفتاب نے گھبراہٹ سے کہا۔
”اسنے دل وسنبال کرکھو۔“ آصف نے منہ بنایا۔
کونگی کا چہرہ ایک بدھ تھا۔۔۔ اس پاس ہونکا کا عالم تھا کہ کوئی نہیں تھا۔۔۔ البتہ کبھی کبھار دور کوئی کن ضرور ہونگے گا۔۔۔ انھوں نے کونگی کے گرد ایک پیرنگ لگا دیا اور پھر شاہو کے بیان کے مطابق انہیں وہ درخت نظر آ گیا، جس کی ایک شاخ چار دیواری تک جا رہی تھی۔۔۔ اس درخت پر چڑھنے میں انہیں کئی وقت نہیں ہوئی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ چار دیواری کے اندر کھڑے تھے۔۔۔ ابھی تک انہیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔۔۔ اس کے باوجود دل اور بھی زور زور سے دھک دھک کرنے لگے تھے۔۔۔

”یار آصف، آج تیرے بدل کو کیا ہو گیا؟“
”تمہارے دل کو وہم ہو گیا ہے اور وہم کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں

تھا۔“ آصف نے جھلپے ہوئے منہ لہجے میں کہا۔
وڈوں روٹیں کبھی کبھی گھٹے۔۔۔ اور وہی آکس برآمدے تک نہ لگتی۔۔۔ زبرد کا بلب بلب کی روشنی پھیلا رہا تھا، روتہ روتہ اندھیرے میں ٹاک ٹوٹا لٹا رہا تھا۔۔۔ وہ جاتے۔۔۔ برآمدے کے دھڑوں طرف انھیں کمرہ کے دروازے نظر آتے۔۔۔ دروازے بند تھے۔۔۔ برآمدے میں بھی زبرد کا بلب جل رہا تھا۔۔۔ برآمدے کے آخر میں انہیں سامنے ایک کمرے کا دروازہ نظر آیا، یہ دروازہ بھی بند تھا۔۔۔ وہ پکڑا کر گھرے۔۔۔ شاہو نے کہا تھا کہ دروازہ کھلا ہوگا۔۔۔ اب وہ اس طرح اندر داخل ہوں۔۔۔ دھڑوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر واپس مڑے۔۔۔ برآمدے سے نکل کر دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے آخری کمرے تک آئے۔۔۔ یہاں اس کمرے کی کمری موجود تھی اور مکلی تھی۔۔۔ یہ اپنی اپنی جگہ تھیں جس کی وہ اسے نہ چھوٹا لگ سکتے۔۔۔ پہلے آفتاب نے دھڑوں پر کمرے کی طرف دیکھا اور گھبراہٹ سے کہا۔۔۔ اس کے کونے سے کونگی ایک دھک بھڑکی۔۔۔ آصف مدھما مدھما سے باہر کھڑا ہوا تاکہ اس کمرے اور ہارون کی تیکہ کی آواز نہ مل جائے تو ان میں سے صرف ایک ہارون کی آنکھوں میں آئے۔۔۔ لیکن جب کونگی آواز سنائی نہ دی تو اس نے بھی ہاتھ پر کھٹ پر کھٹ اور ایک کھٹ کر اندر چل گیا۔۔۔ اس نے دیکھا کہ کمرے میں سبز رنگ کا زبرد کا بلب جل رہا تھا۔۔۔ آفتاب واپس نہ لگا تھا۔۔۔

کمرے کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ دو سیریاں جمی تھیں۔۔۔ ان پر ایک کمرہ دار ایک گھرت پڑے سو رہے تھے۔۔۔ چھت والا چھتا چلا رہا تھا، سیریاں کے سر ہانے کی طرف ایک بڑی سی فلائی ٹیوبی دیوار میں نصب تھی۔۔۔ آصف نے آفتاب کی طرف دیکھا، جیسے پوچھ رہا ہو کہ جو کچھ وہاں ہارون نے کر دیا اور ہاتھ چڑھانے لگا۔۔۔ یہ ایک اور چیز تھی۔۔۔ رنگ سیاہی ناک، بھرے پڑے چھوٹی چھوٹی ڈالیم تھی، جسے منڈول تھا۔۔۔ عورت موٹے جسم کی تھی۔۔۔ سردار ہارون کے ہاتھ پیر ہانے سے دھڑوں پر تھان ہو گئے۔۔۔ آصف نے جیب میں ڈالا اور کھورہ دارم واپس دھکی ڈالی۔۔۔ اس نے آفتاب کی طرف اس طرح دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو، جیسی اس کے بغیر کام نہیں چلے گا، اس نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور ہاتھوں کو دھو کر اسے دور رکھتے ہوئے شیشی کا ڈھکا ڈھکا۔۔۔ اس پر رومال رکھا اور شیشی کو الٹ دیا، پھر شیشی کو سیدھا

لٹک سارے تھے۔۔۔ یہاں سے بچنے کے لیے وہ ہوش کے بچنے دروازے سے باہر نکلے۔۔۔ سردار ہارون کی کونگی کے بارے میں انھوں نے پہلے ہی شایہ سے معلوم کر لیا تھا۔۔۔ اس نے سردار ہارون کا پتا انہیں تفصیل سے سمجھا دیا تھا اور پچھلے دروازے کے بارے میں خبر سے لے لیا تھا۔۔۔ ساری رات کھار کھاتا رہتا ہے اور ہوش میں بھرے والے کسی وقت بھی آجائے ہیں۔۔۔ دووں پیدل ہی چل پڑے۔۔۔ کوئی رکنا لیتا انھوں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔۔ کیونکہ بعد میں ڈرائیور پولیس کو ان کے منہ سے ناسک تھا۔۔۔ شاہو نے انہیں بتایا کہ سردار ہارون کی کونگی ہوش گرین روتہ سے تین گنا تک سے زیادہ دھڑکتی ہے۔۔۔ یہ فاصلان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔۔۔

”یار آصف، میرا دل اور کدہ ماہر ہے۔۔۔ میری ایک گھڑی ہے، کم از کم ہم سردار ہارون اور اس کی تیکہ کو کھورہ دارم کے ڈریپے سے ہوش نہیں کریں گے۔۔۔ کہیں کھورہ دارم انہیں نقصان نہ پہنچا دے اور ہم بھرم نہ بن جائیں۔“
”بھرم تو ہم اس کی کونگی میں داخل ہوتے ہی بن جائیں گے۔۔۔ کیا یہ غیر قانونی اقدام نہیں ہوگا۔“
”جے شک ہوگا، لیکن یہ اتنا بڑا جرم نہیں ہوگا، جتنا کھورہ دارم سے وہ آویں کو بے ہوش کرتا۔“
”خیر وہ کیا جائے گا، اگر ہم نے ضرورت محسوس کی تو کھورہ دارم استعمال نہیں کریں گے۔“ آصف نے اس کی بات مانتے ہوئے کہا۔

نانون

اعلان بالغذائ

میں مطابق کا خاص قدرتی اجزاء سے تیار کردہ خصوصی ٹانک

محافظ جان

محافظ جان

میں شامل اجزاء

- دل و دماغ
- معدہ اور جگر
- خصوصی
- گھبراہٹ
- کمرے میں

بجول

بڑھو اور

بوجھوں

کی

مشق

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 200 گرا

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 650/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 400/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 1200/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 200 گرا

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 650/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 400/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 1200/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 200 گرا

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 650/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 400/-

• سیف و حفاظت • مرکب • ملکہ • ہارون کی کونگی • 1200/-

دوستو! عقلی ایک انتہائی خوب صورت کبڑا ہے۔ اس کا شہر مشہور ہوتا ہے۔ یہ عقلمند لوگوں میں پائی جاتی ہے، لیکن اس کی کچھ اقسام ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو رنگ برنگی ہوتی ہیں اور بہت خوب صورت دکھائی دیتی ہیں۔ عقلی زیادہ تر باغوں اور پھولوں میں پھولوں پر بیٹھی یا اٹلی ہوئی نظر آتی ہے۔ دراصل اس کی اصل غذا پھولوں کا رس ہوتا ہے۔ عقلی کی پرواز بہت تیز ہوتی ہے۔ آپ کو یہ بتاتے چلیں عقلی کی یہ پرواز سورج کی روشنی کے ساتھ ساتھ درجہ حرارت کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ یہ بہت تیز ان کن پرواز ہے۔

عقلی کا جسمانی درجہ حرارت 28 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے پرواز میں کر سکتی اس صورت میں عقلی اپنے دونوں بازوؤں یعنی پروں کو پھیلا دیتی ہے اور جسم کا بالائی حصہ سورج کی جانب کر دیتی ہے، تاکہ اس کا جسم مناسب درجہ حرارت جذب کر سکے۔ جب اس کے جسم کا

درجہ حرارت 40 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے تو عقلی 90 کے زوایے پر سڑ جاتی ہے اور اس طرح بھی یہ سورج کی شعاعیں جذب کر سکتی ہے۔ جب یہ مخصوص درجہ حرارت یعنی 53 ڈگری سینٹی گریڈ حاصل کر لیتی ہے تو پرواز کرنے لگتا ہے۔ یہ تو عقلی عقلی کی پرواز کی بات! اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عقلی کے جسم پر جو رنگ رنگے دے جتے ہیں وہ صرف اس کی

تقلی

خوب صورتی میں اضافہ کرتے ہیں یا ان کا کوئی اور بھی مقصد ہوتا ہے؟ تو دوستو! یہ تقلی بھی ایک خوب صورتی میں تو اضافہ کرتے ہی ہیں مگر ساتھ ساتھ اس کا جسم کا درجہ حرارت برقرار رکھنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ دے پروں پر مخصوص پتھروں پر ہوتے ہیں جن میں زیادہ درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مخصوص نقش و نگار کی بدولت عقلی کی جلد گرم رہتی ہے اور اپنی جسم کی حرارتی ضروریات بھی اسی گرمی سے پوری ہو جاتی ہیں۔

عقلی جسم کی انتہائی مختلف بلقروں سے اپنا مطلوبہ درجہ حرارت حاصل کرتی ہیں۔ بعض اقسام ایسی ہیں جن کے پروں پر دے نہیں ہوتے۔ عقلی کی ایک قسم پائین کے حرارت حاصل کرنے کا طریقہ مدوں کے اصول پر کام کرتا ہے۔ کسی دے سے جب شعاعیں گزاری جائیں تو

تصور یہ اس ہو۔ کبیر والا

جس جگہ پر شعاعیں ایک نقطہ پر جمع ہوتی ہیں وہاں کاغذ نکدایا جائے تو کاغذ مل جاتا ہے۔ یہی اصول استعمال کرتے ہوئے عقلی اپنے پروں کو سورج کے سامنے خاص زاویے پر پھیلا دیتی ہے۔ شعاعیں اس کے حرارت حاصل کرنے والے حصوں پر جمع ہو جاتی ہیں۔ جب اس کا جسم مطلوبہ درجہ حرارت حاصل کر لیتا ہے تو یہ بالکل پرواز ہو جاتی ہے۔ ہے تا عجیب بات!

ی ٹی ٹی اس رو جاتا۔ آفتاب نے نہ اسامند بنا کر کہا۔

”لیکن تم یہاں آئی بچے ہیں، دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟“ آصف نے فیصل کن انداز میں کہا۔

”خیر ہوئی کسی“ آفتاب نے نفد سے اچھا پکے۔

آصف نے جب سے چاہیوں کا گھما لگا اور باری باری چاہیوں آتما شروع کیس۔ تجوریوں کے لیے ان کے پاس خاص چاہیوں کا ایک گچھا تاجود ساتھ لائے تھے۔ چاہیوں عقلی جاری تھیں، لیکن تجوری کھلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ آصف کی پیشانی پر ہل چڑھے، دیکھ کر آفتاب بولا: ”لاؤ چاہیوں گئے دو“

”کیا تم مجھے ہو کہ میں چاہیوں کو غلط طریقے سے لگا رہا ہوں۔“ آصف نے ہنسا کر کہا۔

”بھئی تم درست طریقے سے لگا رہے ہو، ذرا میں غلط طریقے سے لگا کر دیکھوں گا۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے چاہیوں اس کے ہاتھ سے چھت میں اور تجوری کے سوراخ پر جھک گیا۔ اس نے بھی باری باری تمام چاہیوں لگا کر دیکھ لیں۔ بائیں ہو کر پیچھے بیٹھے والا تھا کہ اچانک اس کی نظروں میں اچانک گئے ہینڈل پر چڑی، اسی ہینڈل کی بناؤ اسے عجیب بھی لگی، یہ خیال میں آئے تو اس کے کندھوں کی سمت میں ایک شاخ سدھاتا محسوس ہوا۔ اس پر جوش کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے بائیں ہاتھ سے چاہیوں لگا کر شاخوں میں اور دائیں سے منہ دبا کر رہا۔ اچانک کلک کی آواز آئی:

”دھارا۔“ آفتاب نے کپکپاتی آواز میں کہا اور ہینڈل پکڑ کر کھینچ لیا۔

تجوری کے دونوں چٹ گئے۔ ساتھ ہی ان کی نظری تجوری کی سامنے والی دیوار پر چڑی۔ وہاں ایک بڑی ہی تصویر موجود تھی۔ سردار ہارون کی تصویر میراں کے چہرے پر ایک نظر سے سکرانٹ تھی۔ تصویر بالکل روشن تھی جیسے کئی۔ وہی کی سکرین پر ہو۔ انھی دو حیرت بھری نظروں سے تصویر کو دیکھ رہے تھے کہ جرات کا دوسرا پہاڑ ان پر ٹوٹا۔ اسی وقت تصویر کے ہونٹ نے اور یہ الفاظ ان کے کانوں سے نکلے:

”خبردار، تجوری کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگا، درنہ ہمارے پر ٹپے اڑ جائیں گے۔“

کیا اور وہاں دور کر کے ہوئے آفتاب کی طرف بوجھا دیا۔ آفتاب نے بھی تاک کر دور رکھے ہوئے رہاں کو بکڑے کے لیے ہاتھ بوجھا دیا۔ لیکن اتفاق کی بات کہ وہاں گئے کر گیا۔ اس سے پہلے کہ آفتاب وہاں اٹھا، ایک ٹلی سردار ہارون کی مسبری کے پچھے سے حیرت طاری آئی اور وہاں پر جھک گئی۔ شاید وہ اسے کوئی کمانے کی چیز بھی تھی۔ پھر وہ بھلا کر پیچھے ہٹی، لیکن اپنے پروں پر کمری زور نہ لگے۔ چٹ سے کمری اور سڑنے لگی۔ اس دوران آفتاب وہاں اٹھا چکا تھا۔ اس نے اور آصف نے بی ٹی کو پڑے دیکھا تو ان کی ٹلی ٹیم ہو گئی۔ کورور فارم کو گھسنے والا سڑا پٹیس فوراً بے ہوش ہو جاتا ہے، اسے ملے ملے کا موقع ہی نہیں ملتا، لیکن یہ ٹلی تھی کہ تڑپ رہی تھی۔ آفتاب اور آصف کی حیرت کا کیا ہوا چھٹا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹلی کے جسم میں قزقرض ہوتی دوڑ گئی۔ چند سینکڑ تک قزقرض جاری رہی، پھر وہ بالکل ساکت ہو گئی۔ دونوں نے خوف زدہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آفتاب نے جھک کر ٹلی کے جسم کو چھو کر دیکھا۔ ایک خوف ناک حقیقت ان کا منہ چڑا رہی تھی۔ ٹلی مر چکی تھی۔ وہ دونوں کے قاص بنے سے ہل ہل رہے تھے۔

○

کتنے ہی سینکڑ گزر گئے۔ دونوں پتھر کا پت بنے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کمرے میں موت کا ہولناک سا غبار طاری رہا۔ آخر آفتاب نے سر کوٹھکی:

”یار، تو مر گئی۔“

”ہاں، میں اس کی شک نہیں کہ یہ مر چکی ہے۔ خدا نے ہمیں قاتل بننے سے بچا لیا ہے۔ اس کا لگا لگا کر گھر ہے۔“ آصف بولا۔

”اس کا مطلب ہے، شاہو نے ہمیں جھوکا دیا، اس نے ہمیں ایک فرضی کہانی سنا کر اس کا چر تیار کیا تھا، دراصل سردار ہارون اور ان کی جگہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کیوں چاہتا ہے؟“

”تو تم میرے دیکھیں گے، وہ ایسا کیوں چاہتا ہے، پہلے ذرا اس تجوری کو کھول کر دیکھ لیں، کیا واقعی اس میں کوئی تصویریں والا اتفاق موجود ہے۔“ آصف نے کہا۔

”شہید جان نہ دے۔“

لیڈ کرڈز

ایئر کنڈیشنر کی ٹھنڈی ہوا ہم دونوں پر پڑی۔ میرے ہاتھ تیزی سے چلے گئے۔ میں نے ان دونوں کے لیے کھینے کی ٹیبلٹ خریدی تھیں۔ جلدی سے ہمارے کپڑوں میں پکڑیں اور ان دونوں کو دیں۔ ساتھ ہی میری سوجن کا پتہ ہو گئے۔

کاش میرے پاس بھی دولت ہوتی۔ میں بھی اس طرح مال و دولت سے بے پروا ہو کر رہتا اور نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہا۔ اتنی دیر میں وہ چابیوں کے ساتھ انصاف کر چکے تھے۔ جب معمول انھوں نے ٹیبلٹ باور کھیں اور سو روپے کا نوٹ میری طرف اچھالا اور پانی لیے بغیر گاڑی انصاف کی اور چند قدم آگے بڑھے، اچانک بریک لگائی، گاڑی واپس موڑی، شیشہ کھولا اور مجھے آواز دی، میں نے ان کی طرف دیکھا تو کاشف نے چشمہ اوڑھ کر کرے مجھے آنکھ ماری اور آگے بڑھے۔ رفیق نے ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس فیس کر لوٹ پٹ ہونے لگا۔

رفیق مجھے بہت سمجھانے کی کوشش کرتا تھا مگر میری سوچ جہ جہ کرتی تھی لیڈ کرڈز پر آنکھ جاتی تھی کاشف اور اس کے بھائی حنان سے میری دوستی کئی ہوتی تھی، کیونکہ یہ روزگار سوسے کھاتے، انھوں نے میرا سوال کئی بار لیا۔ دو تین دن بعد مجھ سے محب شپ بھی کرتے۔ وہ انتہائی امیر تھے لیکن بہت ہی سچے ہونے لگے تھے۔ رفیق بھی کوشش کرتا کہ مجھ سے یہ احساس قائم ہو جائے۔ ذات بہت ستر پر جاتا تو تین بہنوں کی شادیوں کا مسئلہ شادی شدہ بہن کے پاس لڑائی کا مسئلہ، چھوٹے بھائی کے طبیی اخراجات کا مسئلہ، بہتر میں میرے ساتھ ہوتے۔ ان مسائل کے ساتھ کاشف کی لیڈ کرڈز، ان کے ایئر کنڈیشنر بچنے مجھے بہت غربت کا احساس دلاتے۔

”اے بھائی... چار سوسے لگا دے... شاپاں جلدی... ساتھ ہی ایک شخص آواز دیا اور گاڑی بند ہو گئی۔ کاشف کے بھائی نے بہت کوشش کی کہ اشارات ہو جائے مگر ہوئی نہیں۔ گاڑی کے بند ہونے ہی ایئر کنڈیشنر بند ہو گیا۔

”بہتر کھا گاڑی؟“
”نہیں بھائی، آپ ایک گاڑی سے بدھ گئے سے اشارات نہیں ہوئی... ساتھ ہی اس نے فون ملایا۔ ملازم کو بتایا کہ اس جگہ پہنچ چکا ہے۔ اتنی دیر میں ان دونوں نے گاڑی میں چند کھربہ محب شپ لگائی، میں صاف بعد دوا میر ایک ہی کر دلا کر لے کر آ گیا۔ گاڑی لیڈ کرڈز کے پاس روکی۔ لیکن (باقی صفحہ 10 پر)

میں کوئی ان بڑے اور جاہل نہیں تھا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے، مجھے غریبی تو کبھی کی ضرورت پڑی تو کہیں بھی تو کبھی نہ مل سکے، حالات ایسے تھے میں نے اپنے ہی محلے میں سوسے پکڑنے کی زبردستی لگی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ

میں قدرت نے اچھا کارڈ لگا رکھا ہے۔ ہمارے محلے کی ساری کرڈت ہم، ایش ہال ہم کے لاکھ بھیل کر سیدھے میرے پاس آتے اور سوسوں کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ میرا اچھا خاصا کام بن جاتا تھا۔ رفیق میرا بہت ہی مجھ دار دوست تھا۔ اسی کے مشورے سے میں نے یہ زبردستی والا کام شروع کیا تھا۔ وہ روز آتا، مجھے میری خیریاں اور خامیاں سمجھاتا۔ اس کے مشوروں سے میری زبردستی اب دکان میں تبدیل ہو چکی تھی۔ لوگ دفتر سے واپس آتے تو گھر والوں کے لیے کرا مگر سوسے لے کر جاتے۔ میں نے اپنی پڑھائی کے سارے ٹرے، دکان پر لگا دیے۔ دن بدن دکان بڑھتی گئی۔

”یار رفیق! مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہے۔“ میں نے اپنے ذہن کا پوچھنا کوٹانے کا فیصلہ کر لیا۔
”ہاں بھئی بتاؤ۔“

”بھائی! میں امیر کب ہوں گا؟“ رفیق میرا سوال سن کر خاموش ہو گیا۔
”ابھی تم غریب ہو؟“ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے اناجہ سوچ کر دیا۔

”تو اور کیا... میرا سوسا سٹیکل بھی نہیں ہے، ساوا دی گاڑی بھی نہیں ہے، اتنا پڑا کچھ کر لوگ دفتر کے اندر ایئر کنڈیشنر کمرے میں چند کرا م کرتے ہیں، میں چوہے کے سامنے اپنا خون چا کر سوسے پچھا ہوں... اور کبھی میری حالت دیکھی کی دیکھی ہے... ابھی یہ بات کہتی تھی کہ دی لیڈ کرڈز مار کر کھڑی ہو گئی۔ پندرہ سال خرب صورت تو جو ان کاشف کی آواز آئی۔

”ہاں استاد چار لگا دے ذرا جلدی سے... کھن شادی پر جانا ہے۔“ لیڈ کرڈز کا شیشہ کھینچنے ہی



”چار سوسے دینا دو چابیوں میں۔“ اس کا ہنستا مسکرتا ہوا چہرہ دیکھ کر میں چند منٹ کے لیے شوکوک ہوا گیا۔ واسطہ دھوکہ کی پہنچ ہوئی لیڈ کرڈز میں تھا۔ اس کا بڑا بھائی گاڑی چلا رہا تھا۔ شیشہ کھول کر اس نے مجھے ہی چار سوسوں کا کہا، تو اندر سے ایئر کنڈیشنر کی غرضی ہوا میرے سوسوں کی دکان کی فضا کو بہانہ بنی گئی۔
”دیکھ کیا رہا ہے بھائی۔ چار سوسوں کا تو ہولا ہے۔“
”ج... ج... جی صاحب ہی، دم... میں... اب واپس دیتا ہوں۔“ دو تو جوان لڑکا میری گھبراہٹ پر ہنس دیا۔ میرے ہاتھ جھارت سے چلنے لگے۔
”سوسے والے... تم مجھے گھور کیوں رہے تھے۔“ وہ کرڈ پڑتی کاپ کا ہینا ہو کر زرا بھی مغرور نہیں تھا۔ اتنی ہی تکلفی سے مجھ سے پوچھا تو میری گھبراہٹ آہستہ آہستہ ہوتی۔

”صاحب کئی آپ استے بڑے آدمی ہیں۔ آپ بڑے بڑے بھولوں میں کھانے والے ہیں، میں قیام سوسے والا ہوں۔“
”مجھے کیا معلوم تیرے ہاتھوں میں کتنا ڈالندہ ہے۔“

”صاحب ہی! آپ میرا دل رکھ رہے ہیں۔“ میں نے ان کی ٹیبلٹ صاف کر کے اس میں بیڑی مہارت سے سوسے رکھے، اس میں چنے ڈالے۔ انھوں نے سامنے والی دکان سے بلیٹس منگوئیں اور گاڑی میں بیٹھ کر سوسے کھائے۔ ساتھ ساتھ وہ جھنجھے لگا رہے تھے۔ کبھی کوئی بات ہوتی تو گاڑی کا شیشہ کھول کر میری تائید لیتے۔ میں ڈرتے ہوئے تھوڑا سا بڑبڑکھتا ہوا دیکھتا جس پر دو خوب ہنستے۔

رہلائے

میں نے ایک ہماری پھر تھا پورا اس کے سر پر دے مارا۔ تقریباً چھ سال پہلے میں اپنے والدین اور دو چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ اپنے گاؤں مسلم آباد میں مقیم تھا۔ ابا جان کی گاؤں میں چندا بکڑ میں جی، جس پر وہ فصلیں کاشت کرتے تھے۔ اللہ کے فضل اور ابا جان کی محنت اور دعاؤں کا شرف تھا کہ ہماری زمین کی فی ایکڑ پیداوار گاؤں کی باقی زمینوں سے زیادہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ گاؤں کا بڑا چھدری خورشید ہماری زمین کو لٹائی ہوئی نظروں سے دیکھتا تھا اور ابا جان سے کسی مرید زمین خریدنے کا ذکر بھی کر چکا تھا، لیکن ابا جان کی روزی روٹی اسی زمین سے وابستہ تھی۔ وہ کسی قیمت پر بھی یہ زمین بیچنے کو تیار نہ تھے۔

تاک ہو

کر بولے، "یہ کیا کر آئے ہو بے وقوف؟" اس کے ساتھ ہی انھوں نے گاڑی چلا دی اور جیڑی سے گاؤں سے نکل آئے۔

"اب چھدری تمہاری جان کا دشمن بن جائے گا، وہ اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ تم سے ضرور لے گا۔" ماموں نے بے یل رہے تھے۔

"تو اتنا کیا صبر کیا ہوگا؟" میں کا تب اٹھا۔

"وہ مرے یا نہ مرے مگر اب قحط کر رہا، جہاں کہیں چھدری کا کوئی ٹوکرا جائے والا نظر آئے، اپنے آپ کو اس سے بچا کر رکھنا، وہ تو عمر بے کسے خیر نہیں کہ ہم جا کہاں رہے ہیں، روزہ دار شہر میں رہنا حال کر دیتا۔" ماموں جان نے میرے دل میں چھدری خورشید کا دریا پیدا کر دیا تھا کہ میں واقعی بہت محتاط ہو گیا۔ شہر میں ماموں نے مجھے ایک چھوٹی سی دکان کرایہ پر لے لی تھی جہاں میں حرق مصالحے بچا کرتا تھا۔ ساتھ ساتھ میں چھدری بھی کر رہا تھا۔ آج میں کچھ سامان خریدنے بڑی مارکیٹ گیا تھا، سو داغ رہنے سے پہلے ہی ایک دکان پر مجھے غلط نظر آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی مجھے ماموں کے الفاظ یاد آ گئے کہ چھدری اب تمہاری جان کا دشمن بن جائے گا۔ مجھے دیکھ لیا تھا اور میری سی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں بھر کچھ سوچے کچھ بغیر میں بھاگ کھڑا ہوا۔ مجھے نہیں معلوم مجھ پر میرا حق کیا کہاں تک کیا۔ میں اب تھک گیا تھا۔ ایک سوچ کے ساتھ ہی میرا خوف دور ہو گیا تھا کہ جب مجھ پر ایڑی نہیں تو میں اس کا قاتل کیسے بن گیا، بلکہ اب بھی وہ میرے باپ کے قاتل کا بیٹا تھا۔ مجھے اپنے اوپر کسی اثری اثری اور فصد بھی۔

چند دن گزرے تھے کہ مجھے عبداللہ زاد میری دکان تک پہنچی گیا۔ میں حیران تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچا۔ شاید وہ مجھ سے اس پتھر پر کھانا پیتا تھا جو میں نے اس کے سر پر مارا تھا۔ ایک مرتبہ پھر خوف کی کیفیت میرے دل میں سرایت کر گئی۔

"عبداللہ زاد میری بات نہ لو،" اچھا! "تم کچھ میں اس سے میرا نام لے کر مجھے پکارتو مجھے یوں کہ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"عبداللہ! اس دعا کی انکشاف ہوا ہوں۔" وہ اٹھا کر رہا تھا۔

"معافی؟" میں حیرت زدہ رہ گیا۔

"اب عبداللہ! میرے باپ نے تمہارے باپ کا قاتل کر دیا تھا، لیکن میرے سے

حسد کی آگ چھدری خورشید کے دل میں بڑھتی جا رہی تھی اور ایک روز اس نے زمینوں پر پانی گرنے کے بہانے اپنے خاص آدمی بھیجے اور انھوں نے جان پر ہر کرنا شروع کر دیا۔ ابا جان نے سمجھائے کی کوشش کی تو ایک شخص نے پستول نکالا اور دو گولیاں ابا جان کے سینے میں اتار دیں۔ زخموں کی تاب نہ لا کر ابا جان فوت ہو گئے۔ ابا جان پر پستول کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میری عمر اس وقت صرف سترہ سال تھی اور میرا بھائی چودہ سال کا اور بہن دس سال کی تھی۔ شہر سے ماموں جان آگئے تو انھوں نے اسی کو سنایا۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ چھدری نے گاؤں کے کچھ لوگوں کے ذریعے مجھے خبر دی کہ اراہا خاں گاؤں اور کچھ کرم آباد کے لیے بھی بھیجی۔ مجھے اسی اور ماموں کو یقین تھا کہ چھدری نے ہمارے ابا جان کو قتل کر دیا ہے، لیکن بدبخت نہ ہونے کی وجہ سے چھدری پہ ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا تھا۔ اگر چھدری کے خلاف کیس کرایا بھی جاتا تو چھدری اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے صاف جاکھٹا۔ اس لیے دل میں غم و حسرت کو دیکر کے ماموں نے زمین بیچنے کا مشورہ دیا۔ ویسے بھی اب زمین کی دیکھ بھال ہمارے اس کی بات نہیں تھی۔

ماموں نے چھدری خورشید سے تمام معاملات طے کیے اور اس رقم سے شہر میں ہمارے لیے ایک مکان اور ضرورت کا سامان خرید لیا۔ اب صرف ہمارے جانے کی دیر تھی۔ وہ اتوار کا روز تھا جب ماموں میں شہر لے جانے کے لیے گاڑی لے آئے۔ گھر کا سامان گاڑی میں رکھا اور ہم لوگ بھی گاڑی پر سوار ہو گئے۔ راستے سے گزرتے ہوئے ہمارا گھر ہمارے کھیتوں پر سے ہوا تو میں نے بند کی۔

"ماموں! کس دوست میں اپنے کھیتوں پر ایک نیک وال کرا رہا ہوں۔" اسی کی آنکھیں بھی ڈبڈبائیں تھیں۔ ماموں نے گاڑی روک لی۔ میں گاڑی سے اتار اور باہر آ کر اپنے سے ہوا ہو جانے والے کھیتوں پر گہری نظر دوڑانے لگا۔ اچانک میری نظر چھدری خورشید کے حیدر پر پڑی۔ حیدر بھی میری طرف دیکھا اور بڑے غرور کے ساتھ کھیتوں پر نظر ڈال کر زہری سکرانہٹ اپنے چہرے پر کھائے، وہ میرے تاثرات دیکھنے لگا۔ وہ میرا خون گول اٹھا۔ وہ میرے باپ کے قاتل کا بیٹا تھا اور اس کیفیت پر قبضہ کرنے کے لیے اسی تو اس کے باپ نے میرے مصمم کو مہر دیا تھا۔ مجھے سے ضبط نہ ہوسکا۔ میں نے اپنے چہرے پر ایک چھرا اٹھا یا اور اس پر پوری طاقت سے وہ مار دیا، پھر میں نے خران کا ایک ٹوڑا لٹکے دیکھا اور میں وہاں سے بھاگ کر جلدی سے گاڑی میں ڈھپیل۔ ماموں میری یہ ساری کارروائی دیکھ چکے تھے وہ غضب

بقیہ لسنڈ کروڑ

کاشف لینڈ کروڑ سے پہلے نہیں اترا ملازم نے اس کی طرف کاروازہ کھولا اور اسے کھول کر دکھایا۔ میں یہ منظر دیکھ کر پکڑ گیا۔ اگر رفیق مجھے سہارا دیتا تو میں یقیناً زخم پر گرجا جاتا۔ کاشف کی دلوں ناخنیں کھنکھناتے ہوئے اس کی ہونٹوں پر چڑھ گئی۔ وہ جلتے بھرنے سے منہ دھرتا، لیکن آج تک اس کے چہرے اور اس کی باتوں سے بے اعناؤ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ منہ دھرتا ہے۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کارگے بھی۔

"اودو... پیچھے موڑو..." یہ کاشف کی گفتگو سی آواز تھی۔ گاڑی میری پریمی کے پاس آئی۔ "ہیلو... مسوسر والا..." میں نے اس کے سرکراتے چہرے کو دیکھا، اس نے جھٹ سے آنکھیں اور کارگے بڑھائی۔ میں اس کی اس ادا پر مسکرا کر رہ گیا۔ میں اپنی ناخوشی کی جست جان چکا تھا۔ ان کی قیمت یقیناً سائے کھڑی لینڈ کروڑ سے کروڑوں گنا زیادہ تھی۔

"ہیلو مسٹر کروڑ... کچھ کوسو سے دو..." رفیق نے میرا کندھا ہلایا۔ "جی نہیں... مسٹر ناگہیں... لینڈ کروڑ کو مارو... میرا دل... میرے جواب پر وہ بے اختیار مسکرایا۔

چچا نے نعل زین کے لیے انہیں قتل کر دیا، میں چہارے چتر مارنے کی وجہ سے تم سے بدلہ لینا چاہتا تھا، لیکن جب میرے چچا نے میرے باپ کو قتل کر دیا تو میرے دل میں چچا کے لیے جرح نہ رہی، میں نے انہیں احساس دلا دیا کہ تم نے مجھے کیوں چتر مارا، میرا چچا تو چکر گیا، اس سے سزا میں ان کی عمر میرا باپ بھی مرزا کے ہی دینا سے چلا گیا، البتہ مرتے سے پہلے اس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور مجھے صحت کی کٹھن چھین تلاش کر کے معافی مانگوں اور چہارہ زین میں میرے زین میں ملا کر چھین دیا، لیکن کروڑوں، تاکہ اسے قبر میں سکون مل سکے، اللہ کے لیے صبر اللہ معاف کرو میرے باپ کو۔ اس سزا سمجھتے پھر مال گزر گئے ہیں۔ اسے رہائی دلا دو میرے بھائی... وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اور میں بے چینی کی کیفیت میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

اچانک موت

ایک تو مصیبت تھی اور دوسری تو مصیبت تھی کہ لوگ فوراً پہچان جاتے۔ عین دن کا انتظار کر کے انہیں دن کر دیا گیا۔ پھر عین دن گزرنے پر گھر والوں کو پریشانی ہوئی کہ خیر خبر نہ اطلاع ہو تو گھر والوں نے دو تاروں کی کڑی لٹا دی تھی۔ فون نہیں کیا۔ اور سے جواب آیا۔ اور تو رائے کی نہیں اور پوچھا، بھائی صاحب کب چلے گئے۔ گھر والوں نے تباہ کر کے چلے نہیں، بلکہ آج عین دن گزر چکے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ گھر والوں کے ہاتھوں کے طوٹے آڑ گئے۔ اور دو تارے دالے، اور گھر والے بہاول پور میں دونوں طرف بھاگ دوڑ شروع ہوئی۔ آخر کار پوچھتے ہیں ایک آدمی سے اطلاع دی کہ اخبار میں خبر آئی تھی، یہ وہی دنوں، پھر اخبار کی تلاش شروع ہوئی۔ اخبار ملا تو تصدیق ہو گئی۔ پھر اخبار والوں سے رابطہ کیا تو چارے چارے خبر پھرنا سن گئی۔ یہ تصدیق کے لیے دن کیا گیا۔ جواب ملا، جی ہاں یہ بندہ خبر پور میں عیفت ہوا۔ ہمیں دانا کیا ہے۔ آپ لوگ باقی معلومات کتنی کتنی دلوں سے لیں۔ اُن سے پوچھا گیا تو بتایا گیا کہ ہم نے عین دن تک انتظار کیا تھا۔ پھر دن کر دیا تھا۔ آپ لوگ یہاں آکر ان کی قبر کو دیکھ سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو اپنی میت کو نکال کر لے جاتے جو جب مکمل معلومات ہو گئیں تو گھر میں کچھ کام چل گیا۔ گھر میں بیویاں بہت دوسری بھاریک بچی لے کھا، میں اپنے باپ کی لاش نہیں بہاول پور میں دفن کراؤں گی۔ سب سے منع کیا، میں نے بھی روکا، ان کی لاش کو اب قبر سے نہ نکالو۔ بچی نہ مانی۔ آخر کچھ افراد بہاول پور سے روانہ ہوئے اور گھر پھرنا پیچھے بتاوت، ہوا یا اور قبر پر پہنچے۔ کتنی دلوں کی گھرائی میں چار ہندوں نے قبر کو کھولا، اللہ کی پناہ اچھی ہو چکی کہ ہمارے دماغ اور اعصاب جواب دینے لگے۔ بڑی مشکوں سے انہیں قبر سے نکالنا اور جلدی سے انہیں تابوت میں ڈال دیا اور کمر بند کر دیا۔ صرف پھر سے اوپر شیشہ لگا ہوا تھا آخر یہ لوگ بہاول پور پہنچے اور انہیں پھر سے دفن کیا گیا۔

انسان کی زندگی بھی بڑی عجیب گزرتی ہے۔ یہ انہیں اور ہوتا ہے، موت کہیں اور آتی ہے اور جب آتی ہے تو بتا کر نہیں آتی۔ اچانک موت آ جاتی ہے۔ اس لیے ہر انسان اپنے آپ کو تیار رکھے۔ نہ جانے کب بلا دیا جائے۔ ایسا نہ ہو جب دنیا سے جانا ہو تو کھاتے ہو جائیں اور کچھ نہ کر سکیں۔ بڑی شدہ گری کا موسم تھا، یعنی جون کا مہینا تھا۔ ہمارے بہنوئی صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔ دو تار جانا تھا اور جب چلے تو قدرتی طور پر شیعہ کا ذکر گھر ہو گیا۔ خبر پھرنا پیچھے۔ چائے پینے کے لیے نیچے اتر گئے۔ منہ ہاتھ دھو یا اور چائے پی۔ پچھو بعد دل سے تمام پرور مسخیں ہوا، پھر اچانک کھڑے ہوئے اور لہر لہر کر کے دوکان والوں نے انہیں اٹھایا تو ان کی روح پر واز کر چکی تھی۔ اللہ نفل شائد ان لوگوں کا بھلا کرے۔ انہوں نے فوراً انہیں اٹھایا اور قریبی ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، انہیں دل کا ایک ہوا ہے۔ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ان کی تلاش کی تو قہ کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ شیعہ کا ذکر گھر رہ گیا تھا۔ بڑے پریشان تھے کہ باپ کی کریں۔ آخر کار انہوں نے اخبار والوں کو خبر دی۔ اخبار والوں نے ان کی تصویر بنائی اور خبر لگا دی، تاکہ کوئی دیکھے تو دار الہی میت کو لے جائیں گھر اللہ نفل شائد کی شان، اللہ کا کرنا ایسا ہوا اس دن کسی نے اخبار نہ پڑھا۔

عبدالسلام زرگر۔ شہر سلطان

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ آپ کو شہد اس لیے پسند تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں شفاء ہے، شہد کھانے کے بے شمار فوائد ہیں۔

- 1 شہد کا مسلسل استعمال انسان کو بڑھاپے سے بچاتا ہے۔
- 2 ہمارے شہد چائے سے غم دور ہو جاتی ہے۔
- 3 شہد معدہ کو صاف کرتا ہے۔
- 4 شہد دماغ کو تروت دیتا ہے۔
- 5 شہد دماغ اور دل کو صحت مند بنیے۔
- 6 شہد انہوں میں لگانے سے آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔
- 7 شہد چہرے کی رنگت کو صاف کرتا ہے۔
- 8 شہد دستوں کی بیماری میں بھی مفید ہے۔
- 9 شہد کو خوراک کے ساتھ کھانے سے معدہ کی سرخی دور ہو جاتی ہے۔
- 10 جب بچوں کے انتہائی کڑے ہیں تو ان کے سر میں چمک سے شہد چھانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیاروں کے علاج میں شہد کو شفاء بخشی ہے۔

صیبا محمد اسماعیل۔ راجپوت

پیرنا جیست

کے مضمون پبل پر مبنی تھے۔ سرچیک کر رہے تھے۔ ایسے میں ایک رپورٹر اٹھا کر انھوں نے ہوا میں لہرایا اور بڑے کرب تک انداز میں گویا ہوئے۔

”یہ رپورٹر جس طالب علم کا بھی ہے میں نام نہیں چاہتا مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ وہ کامیاب زندگی نہیں گزار سکے گا۔“ اور یہ رپورٹر تھا عارف کا۔ ان کے چلے جانے کے بعد سب لڑکے عارف کے رجسٹر پر چمک گئے۔ عارف نے استاد پر مضمون لکھنے کے دوران خوشی میں لکھ دیا تھا:

درد و سر کے واسطے پیرا کھڑا استاد کو درد نہ پڑھانے کے لیے کم نہیں آستانیاں عارف کا شمار ہماری جماعت کے اعلیٰ طلبہ میں ہوتا تھا کرسب نے دیکھا کہ اس سال امتحان میں وہ صرف درجہ بی نہیں ہوا ہے پاس ہوا اور اس نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔

”کیا سوچنے لگے فرخ؟“ عارف کی آواز نے مجھے پھر بائیں سے حال میں لاکھڑا کیا اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے وہ دن یاد کرنا چاہتا۔ ساری بات یاد کر کے اس نے سب سے پہلے میری طرف دیکھا۔ اُسے عرض میں اس کا ذوق ایک بار بھی اس طرف نہیں تھا مگر آج بارے سرور مندی کے اس کی نظریں زمین میں گڑ گڑا رہی تھیں۔

”اب ایک ایک کروں۔ سر سے معافی مانگ لوں۔ پر تو جانا کہاں ہوں گے؟“
”میرا رابطہ ہے سر سے۔“
”میں یاد آتی؟“ وہ خوشی اور بے چینی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولا۔

”ہاں میرے پاس ان کا پتا بھی موجود ہے۔ تم کوشش کرو۔ وہ بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ جنہیں ان شاء اللہ ضرور محاف کریں گے اور دعائیں بھی دیں گے۔“ یہ کہہ کر میں نے سریف کا چٹا لکڑہر اس کی طرف سرکا دیا۔ وہ عطا دے کی طرح باہر کود پڑا۔ وہ دن کے بعد عارف کا فون آیا۔ اس کی آواز سے ہی اس کی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

”میں نے سریف سے معافی مانگ لی ہے فرخ۔ انھوں نے خوشی وoli سے معاف کر دیا ہے۔“

”واقعی؟“ ہاں واقعی۔“
”یوں تو ٹھیک ہے! تم کل سے ملازمت پر آگئے ہو۔“

”کیا!؟! میری آواز سن کر وہ خوشی سے چلا اٹھا۔ اگلے دو دن آواز تو اس کی آنکھوں میں خوشی کے آئینہ جھلکا رہے تھے۔

لب حرکت کرنے لگے۔
”یہ بات تو جنہیں یاد ہوگی کہ بابا جان کو دل کا درد پڑنے کے بعد کاروبار چھپ ہو گیا تھا۔ مجھے مجبوراً تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا تھا۔“ میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

بینا وانی۔ ملتان

”میں نے کاروبار سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ چند ماہ بعد بابا جان کا انتقال ہو گیا۔ اس صدمہ نے مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ کاروبار ختم ہی ہو گیا تھا۔ جب تکلی ہونا شروع ہوئی تو میں نے ملازمت کا حصول نا شروع کر دیا اور اس دن سے آج تک بیسیوں جگہ انٹرویو دے چکا ہوں مگر۔“ عارف کی آواز ایک دم رندہ لگی۔ وہ خاموش ہو گیا اور میں بائیں میں گھس گیا۔

”ارو کے استاد جناب سرفیہ قریشی صاحب نے استاد پر مضمون لکھنے کو کہا تھا۔ سب طالب علموں

”ملازمت کے لیے آئے۔“ میں نے دل چوتے امید وار پر جیسے ہی نظر پڑی، میں بری طرح چمک پڑا۔ ادھر آئے والا بھی چپے بغیر نہ رہ سکا۔ میں بغیر پلکیں جپکائے اسے دیکھنے میں جھومتا۔

”مکثاً تبدیل ہو گیا ہے عارف۔“ میں نے دل میں سوچا اور اس نام کے ساتھ ہی ایک سات سال پہلے کی کہانی مٹوں میں میرے ذہن میں محکم کو ختم ہو گئی۔ آخر اس کے اعزاز لینے پر میں خیالات کی دنیا سے نکلنے پر مجبور ہو گیا۔

”مٹی آئیے۔“ یہ کہتے ہوئے میں نے ٹیبل کے دوسری طرف رہ گئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ میرے بائیں سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وارسل بابا جان نے یہ انداز بولا والا کہ میرے دل لگا دیا تھا۔ ٹیکسٹر میں وہ ملازمین کی ضرورت تھی۔ اخبار میں اشتہار دینے پر آج بے شمار لوگ انٹرویو کے لیے حاضر تھے اور ایسے میں عارف سے ملاقات ہو گئی تھی۔ عارف میرا اکاں ٹیٹھا تھا، ہم نے ایف اے تک اٹھتے تعلیم حاصل کی۔ میرے اور اس کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ مگر ایف اے کے بعد اس نے تعلیم کو خیر باد کہا تو مجھے بھی جیسے خیر باد ہی کہہ دی۔ اس کے بعد میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور اب بھی تیرہ یا تیس سال پہلے

اچھا۔ اے کے کر کے فارغ ہوا تو بابا جان کا کے ساتھ اپنی ٹیکسٹر میں ہی کام کرنے لگا۔

”کیسے ہو عارف؟“ یہ ملازمت کے لیے انٹرویو کا سوال پر گڑبگڑ تھا، بلکہ یہ تو میں نے اس سے کلاس ٹیو ہوئے کے بارے سوال کیا تھا۔

”میں ٹھیک ہوں! تم سناؤ کیسے ہو؟“ عارف کی آواز انتہائی چمکی تھی۔ دکھ کی ایک لہر میرے پورے جسم میں سرایت کر گئی۔ عارف ایک انتہائی خوش اخلاق لڑکا تھا مگر آج اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ آواز سے بھی پریشانی جھانک رہی تھی۔

”ٹھیک ہو؟“ مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہے۔“ وہ خاموش رہا۔

”بیٹا تمہارا عارف بیٹا کیا پریشانی ہے؟“ کالج چھوڑنے کے بعد تم کہاں غائب ہو گئے؟“ وہ پھر خاموش رہا۔

”عارف؟“ میں نے اسے جیسے ہوش میں لانے کے لیے کہا۔ اس نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پھر اس کے

چند اہم ترین سرچیتیں

- خوب صورتی کی کمی کو اغلاص پر دیا کر سکتا ہے، لیکن اغلاص کی کمی کو خوب صورتی پر ادھار نہیں کر سکتی۔
- جس شخص سے قیامت کے دن فائدہ نہ ہو اس کی محبت سے کیا فائدہ
- نیکی کا تقاضا ہے کہ اسے فوراً کیا جائے۔
- گناہ کا موقع نہ ملنا بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور موقع ملنے پر گناہ سے بچنا جائز، اللہ کا انعام ہے۔
- اذان کی آواز پر دکھ میں بندھنے میں ایک گونہ چل جائے تو بند ہو جاتی ہیں۔ یہ ہے اللہ کے خوف اور موت کے خوف کی مثال۔
- حقیقی کامیابی لگا کر محنت سے حاصل ہوتی ہے۔
- جب انسان اللہ سے دور ہو جاتا ہے تو سکون اس سے دور ہو جاتا ہے۔
- سکون کی جگہ خوف اور اندیشہ لے لیتا ہے۔
- نامید ہونے سے عمر گنتی ہے۔
- جہت نامعلوم نہ ہو اس کے اعتبار میں شرم نہیں کرنی چاہیے۔
- اگر کسی شخص کی چیز کا ذوق نہ ہو تو سمجھ جاؤ کہ تم راست بھول رہے ہو۔
- ارسال کرنے والے: زبیر عمر چکوال۔ محمد عدنان محادیہ دوڑو سلطان۔ محمد سعید ملوی چکوال۔ محمد شعیب قادی کوٹ سائب۔ حافظ محمد عمر ذوق ستانواں۔ مارنہ نوربخت عبدالعزیز مریضی اہلکڑیاں۔

کون بنے گا کروڑپتی



تقریباً ایک مہینے بعد مجھے ایک میل موصول ہوئی۔ یہ رومان کی طرف سے تھی۔ اس نے لکھا تھا:

”شہزاد بھائی! میں امریکہ کے ایک شہر میں ایک یہودی کی پناہ گاہ میں ہوں۔ یہ ایک نیک دلی یہودی ہے۔ میرے باپ کا کسی زمانے میں بہت اچھا دوست تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھ پر غائب ہوا ہے کہ میرا باپ ایک ارب پتی شخص تھا۔ ہاں شہزاد! اس رات یہودی کے محلے میں میرا باپ شہید ہو گیا تھا مگر میں کسی طرح فرار ہو کر اپنے باپ کے دوست تک پہنچنے میں کامیاب

راقی۔ ہاں تو میں تمہیں بتا رہی تھی کہ میرے باپ نے میرے لیے بہت رقم چھوڑی ہے۔ میں بہت فیر پتیلی حالات میں گرفتار ہوں۔ میں اپنی تمام رقم تمہارے اکاؤنٹ میں منتقل کروانا چاہتی ہوں۔ مجھے غلامت سمجھا۔ میں ایشیاء کے کسی بھی محمولہ ملک میں پہنچنے ہی

اجی رقم واپس لے لوں گی۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر، بینک کا نام اور بینک کا فون نمبر لکھ رہی ہوں۔ آپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ میں بہت جلد موقع ملے ہی رابطہ کروں گی۔“ آخر میں اس نے ایک پاس ورڈ بھی لکھا تھا جس کے ذریعے میں کیپیڈر پر بیٹھے بیٹھے اس بینک کی ویب سائٹ کھول کر اس کے اکاؤنٹ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ میں نے اسی

جواب میں میری انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر
تھرکنے لگیں:

”دیکھو رومان! میں تم سے بہت دور پاکستان میں بیٹھا ہوں۔ میرا بس نہیں چل رہا کہ یہودی فوجوں کو کاٹ پھینکوں۔“

”تم ول چھوڑ مت کرو۔“ روہان نے جواب
 لکھا: ”اے قلم ہر روز سنبھتے ہیں، روز بچتے ہیں، روز
 مرتے ہیں، تم اپنا ہی میل ایڈریس مجھے میٹر کرو۔“ موقع
 ملنے ہی میں جنہیں میل
 کروں گی۔ فیس بک والا
 یہ اکاؤنٹ شاید اب کبھی
 استعمال نہ کرواؤں۔

ہمدردی کے لیے شکریہ!"
یہ سچ جیسے ہی وہ
لاگ آؤٹ ہوئی تھی، کیونکہ
اسکی سوجھ بوجھ کی کوٹاہر کرنے
والا سبز نقطہ مٹ گیا تھا۔

رومان فلسطین کی رہنے والی
میرٹی فیس بک بہن تھی۔
اسکی دوستی کی درخواست کو
قبول کیے صرف دس ہندہ
دلن لیا ہوئے تھے مگر یہاں

میں نے کمپوزنگ سکین پر ابھرے ہوئے الفاظ پڑھے اور فہم کے بارے میں متنبیاں بھیجیں۔ سخت سردی میں بھی میرے ماتھے پر پسینہ آ گیا تھا۔

"یہودی فوجیوں نے ہمارے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کوئی لحد نہیں جاتا جب وہ ہمارے مکان پر حاد اہول دیں گے۔ اگر غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دیں۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔"

محبت الہیہ کتب کا پیکج

نقیۃ العیصر منی العظم حضرت منی رشید احمد صاحب الدعوت

2 عورت کے بستے

3. فتنه الارحديت
4. عات مسراو

نماز میں سرحدوں کی

6 **تفس کے ہندے**

۱ نماز میں خواتین کی غفلتیں

اسلام میں ڈاڑھی کا مقام

9 مسرقل و موت

10 اصلاح خلق کا الہی نظام

السلوات على الخلفاء الراشدين الأئمة الأربعة عشر، عليهم السلام، في كل يوم أربعين مرة.

فون: 021-36688747, 36688238
ایمیل: 0305-2642888, 211 سٹریٹ

اشتیاق احمد

کی انگریز عہد پر مبنی

کے نوجوانوں کے

تاریخ میں

روایت کو لاگو

390 روپے

سازش کا تیر

240 روپے

گھریلو شکار

240 روپے

نیا نیا جو چاہے ہیں

تمیں ناول منگوا پر

150 روپے

رنگین

گھر پر ناول دیکھ کر

021-34266800

03002472238

atlantis@cyber.net.pk

Visit us on facebook

http://www.facebook.com/inspectorJamshed

انٹرنیشنل پبلیکیشنز

A-66, Eastern Studios, B-18, S.I.T.E, Karachi.

اس رات میرا کزن ولفاڈ کرانچی سے آیا۔ وہ میرا بہت اچھا دوست تھا۔ میں نے اسے راز دیا تو وہ چھپکا "وہ تو بھائی کا بیٹا ہے۔" "وہ تو کونسا ہے؟" "کیا مطلب؟" "مجھے تمہارا گناہ" میں نے خود دانا کا اکاؤنٹ چیک کیا تھا۔ وہ امریکا کا ایک مشہور چیک ہے۔ "مگر یہ سب کچھ ایک مراب ہے۔" "دو کا ہے۔" جس وجہ مرابیت کو تم نے چیک کیا، وہ بھائی ہی اس مقدمہ کے لیے گئی ہے۔ یہ فراڈ ہے ایک منظم تنظیم کی شکل میں کام کرتے ہیں اور پوری دنیا میں ہزاروں لوگ اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ گناہ کران کا شکار ہوتے ہیں۔" "مگر میرا تو ایک روپے کا نقصان نہیں ہوا۔" میں نے اٹھنا ان کے ساتھ جواب دیا۔ "نہیں ہوا مگر ہونے والا تھا، کیوں کہ تم آخری مرحلے میں ہو۔" "رومان نے جس چیک کے فیچر کا نمبر دیا، اس پر رابطہ کرو اور اپنا تعارف کروا کر رقم کی منتقلی کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔" میں نے اسی وقت نمبر دیا اور پھر پوری میں منتقل کر کے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔ چیک کے نمبر نے مجھے مبارک باد دی۔ "کچھ قانونی باتیں بتائیں۔" میرا اکاؤنٹ نمبر درج یافت کیا۔ آخر میں کہا کہ اس پوری رقم کو منتقل کرنے، پاکستانی روپوں میں تبدیل کرنے کے کچھ اخراجات ہیں جو مجھے برداشت کرنا ہوں گے۔ میں نے کہا کہ جو رقم میرے اکاؤنٹ میں منتقل ہوئی ہے، آپ تمام اخراجات اس میں سے کاٹ لیں۔ اس نے کہا کہ آپ رقم آپ کے لیے نقد ہوگئی ہے۔ اس میں سے ایک ڈالر بھی نہیں کالا جاسکتا۔ اس نے مجھے ایک اکاؤنٹ نمبر اور چیک کا نمبر منگوا دیا کہ اخراجات کی رقم آپ مجھے بھیجیں۔ یعنی جلدی رقم آپ بھیجیں گے باقی جلدی آپ کے اکاؤنٹ میں میں ڈاکہ ڈالرز فرانس پر جائیں گے۔ اس نے مجھے مطلع کر دیا کہ "اور کون کس گئی۔" "نہیں۔" "اب بڑا۔" میرا کزن بولا: "انھوں نے اخراجات کی مدد کی رقم مانگی ہے؟" "نہیں۔" "پھر وہ ڈالرز؟" میں نے جواب دیا۔ "یعنی کہ ایک لاکھ میں ہزار پاکستانی روپے۔" "جو شے بولا: "انڈیا کا شکار کرو کر تم ہی گئے۔" "جوش کوڑھ پیٹنے والا ہوا مگر اسے کچھ کارسار سامان چکر بھی پر تم بھیجتی ہو گے، وہ ضرور پیسہ لائی بری لیا ہے۔" ولفاڈ کچھ اور بھی کہہ رہا تھا مگر میں حیرت سے سوچ رہا تھا کہ دولت حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ لپٹا جاتا ہے۔ آج کل کی گوجران سئل تو ہر وقت اعتراض میں جھکی رہتی ہے۔ انٹریٹ استعمال کرنے والے سب دوستوں سے گزارش ہے کہ ہوشیار رہیں اور انٹریٹ پر ہونے والے کسی بھی فراڈ کا حصہ نہ بنیں۔ شکر یا

تجربہ ہی ایک مسلمان لڑکے نے میری مدد کی ہے۔ اس نے نہ صرف مجھے امریکہ سے نکالا میری رقم کا ایک بڑا حصہ فرانس پر روکا ایک منظم فراڈ کا رور میں سرمایہ کاری کی ہے۔ میں نے اپنا نہیں چیک کا لپٹا اکاؤنٹ بنایا ہے اور تمہاری آئی ڈی فریڈ درخواست بھیجی ہے۔ میں رات نوے گیارہ بجے تک ان لائن ہوتی ہوں۔" میں نے اسی وقت اپنا نہیں چیک اکاؤنٹ کھولا۔ اس کی فریڈ درخواست آئی ہوئی تھی۔ اس نے "رومان" "تو" کے نام سے درخواست بھیجی تھی: "کیا اس نے تجویز سے شادی کر لی؟" میں نے سوچا۔ رات کو جب وہ ان لائن ہوئی تو نہیں سوال اس کے سامنے رکھا۔ "بل شیزو بھائی؟" اس نے فریڈ کیا: "اس معاشرے میں عورت کے سر پر ساتیان کا ہونا بہت ضروری ہے۔" کچھ دیر باتوں کے بعد اس نے لکھا: "شیزو بھائی؟ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" میں چونک گیا۔ میری آنکھوں نے تیزی سے کی پورہ حرکت کی: "تم بتائیں۔" "میری دولت کا بڑا حصہ میں نے کاروبار میں لگا دیا ہے۔" اس نے لکھا: "ایک تہائی حصہ میں نے فلسطین کی ایک تنظیم کو عطیہ کیا ہے اور باقی رقم میں اپنے خلیوں دوستوں کو دینا چاہتی ہوں۔ آپ میرے بھائی بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی باتوں نے مجھے بہت حوصلہ دیا۔ میں نے تھوڑی سی رقم آپ کے نام کی ہے۔ امریکہ میں ہی ایک وکیل اور بینک کے فیچر کا اجازت نامہ دے کر آئی ہوں۔ مطلع نمبر لکھ کر ہی ہوں۔ آپ اس سے رابطہ کریں۔ وہ رقم فرانس کا طریقہ بتا دیں گے۔" "مگر میں آپ کی دولت نہیں لینا چاہتا۔" میں نے فوراً جواب دیا۔ "پلیز بھائی؟ اس نے لکھا: "آپ کے انکار سے مجھے افسوس رہے گا۔" "فیک ہے میں سوچ کر بتاؤں گا۔" میں نے لکھا اور ساتیڈ اکاؤنٹ ہو گیا۔ مجھے گھر کے کام کے لیے مارکیٹ تک جانا تھا۔ میں کاروباری شخص تھا۔ دولت میری میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھی مگر زبانی دوسرے زبانی جو ہر انسان کی فطری خواہش ہے۔ اس خواہش نے مجھے امریکی وکیل سے رابطہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ جان کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ میں لاکھ ڈالرز میرے ہاتھ میں تھے۔ رومان رقم کی منتقلی کے تمام انتظامات کر کے آئی تھی۔ میں مجھے اپنا چیک اکاؤنٹ نمبر بتاتا تھا اور رقم پاکستانی روپوں کی صورت میں میرے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جاتی۔ میرے حیرت انگیز خوشی تھی۔ میں ایک کروڑ پتی شخص بنے والا تھا۔ جی ہاں! وہ رقم پاکستانی روپوں کی صورت میں آنے کے بعد کروڑوں روپوں کی تھی۔

مسکراہٹ کی چوڑی

- ☆ "بھلا مردے کی کبھی شکایت کیا کرتے ہیں؟" (محمد طہر مصلح آباد)
- ☆ بی بی: تم پر دو الزام ہیں۔ تم نے دوزخیت کو چال کہا۔ سیاست دان: یہ الزام کیسے ہوئے جناب؟
- ☆ بی بی: ایک یہ کہ دوزخیت کو کالی دی، دوسرے یہ کہ سرکاری راز فاش کیا۔
- ☆ ہاں: سنئے، یہ دوزخیت پر کتنے ہاتھوں کے نشانات تھما رہے ہیں؟
- ☆ بی بی: میں نہیں جانتی، میں تو اس بات کو دیکھ رہی ہوں۔
- ☆ شوہر: نکیم! آخر تم یہ بات کیسے کہتی ہو کہ سرکاری راز فاش کیا ہے؟
- ☆ بی بی: دو ایسی باتیں کرتا ہے جو کہ ان کو بہت اچھی لگتی ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں نکلتا۔ (حافظ چاچا جمگی۔ بی بی: ایک)
- ☆ استاد: کن نمائندگی میں سو زیادہ پایا جاتا ہے۔
- ☆ شاگرد: جن نمائندگی میں باقی نہیں ہوتی ہیں۔
- ☆ چور سارے گھر کے مال اور اسباب کے ساتھ جب جائے نماز بھی لے جانے لگا تو مالک مکان نے کہا: "یہ تو چھوڑ جاؤ۔"
- ☆ چور نے کہا: "کیا میں اس کا راز فاش ہوں؟"
- ☆ ایک سردار خشک رویا میں بیٹھی چائے کی کرکشی کر رہا تھا۔ ایک دوسرے سردار نے اسے ایسا کرتے دیکھا تو بول اٹھا:
- ☆ "ایسے سرداروں نے ہمیں بدنام کر رکھا ہے۔ اگر مجھے تیرہ آتا تو میں ابھی اس کا داغ درست کر دیتا۔ (تمہارا ایم۔ جیورہ)
- ☆ ایک شخص نے آدھا گھٹائی بڑھ کر نے کے بعد غٹائی والے سے کہا:
- ☆ "بھائی منہ مٹھا کرنے کے لیے غٹائی کی برتنی دے دو۔"
- ☆ غٹائی والے نے مل کر کہا:
- ☆ "تو کیا اب تک آپ مایوس نہ ہوئے ہیں؟" (محمد رفیق۔ ہانسہو)

- ☆ ایک شخص روز روز سے یہ دعا مانگ رہا تھا، یا اللہ تو مجھے چنگلی بنادے تو مجھے چنگلی بنادے کسی نے پوچھا تم یہ دعا کیوں مانگ رہے ہو، جواب میں اس نے کہا:
- ☆ "میری بیوی چنگلی سے بہت ڈرتی ہے۔"
- ☆ ایک صاحب خود کشی کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔
- ☆ "خود کشی کا وہ ہے حرام موت ہے، بہت بری موت ہے، بے ٹھیک کی موت ہے، فرض اس قدر بری ہے کہ اس سے تو بہتر ہے بندہ خود کو گولی مار لے۔"
- ☆ ایک شخص کھلے میں ہول میں گر گیا۔ وہ دم کے لیے چالے لگا۔ ایک دوسرے راکٹر نے من میں ہول میں تھمک کر اس سے پوچھا۔
- ☆ "کیا آپ اس میں ہول میں گر گئے ہیں؟"
- ☆ اس نے مل کر کہا:
- ☆ "میں کبھی کار پر نہیں والے آئے تھے، وہ میرے اوپر میں ہول بنا گئے ہیں۔"
- ☆ بس میں ایک شخص اپنی دو اداؤں کو فروخت کرنے کے لیے ان کی بڑی تعریف کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا:
- ☆ "میں میں سال سے یہ دو انہیں فروخت کر رہا ہوں، آج تک کسی نے شکایت نہیں کی۔"
- ☆ بس کے ایک کونے سے آواز آئی:

مختصر پرائز

☆ آپ کی ضرورت کی چیزیں (میں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"تقیوں میں سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے مرنے کے بعد ان کے دوستوں سے حسن سلوک کرے اور اس دیہاتی کا باپ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا (میں میں نے اس قلعہ کی وجہ سے اس کا کراہا تھا)۔"

(صحیح مسلم: 2552)

☆ حیدر الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ایک مرتبہ مدینہ پاک سے واپس ہونے لگے تو مکہ معظمہ کی پر آخری نظر ڈالی اور یہ شعر پڑھا جس سے وہ عجب کی عجب محنت کرتے تھے۔

ہزاروں بار مجھ پر اسے مدینہ میں فدا ہوتا

جو میں چلا تو عمر کو مر گیا نہیں مجھ سے جدا ہوتا

(نصف الفضل احمد عباسی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ سواری کے لیے اونٹ کے علاوہ ایک گدھا بھی تھا۔ اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو آسانی اور آرام کے لیے گدھے کی سواری کرتے تھے اور پاس ایک غلام تھا جسے دوسرے ہاتھ سے لے کر لے جاتے تھے۔

☆ ایک دن اپنے گدھے پر جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی سے ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا کہ تو غلام کا بیٹا اور غلام کا بچہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! انھوں نے اس دیہاتی کو گدھا سے ڈالا اور فرمایا: اس پر سواریو جا اور غلام بھی دیا اور فرمایا کہ اسے سر پر ہاتھ لے۔

☆ ان کے بعض ساتھیوں نے (بڑے تعجب سے) کہا: "اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ نے اپنی آرام و سواری گدھا اور غلام بھی اسے دے دیا جسے سر پر ہاتھ لے رہے تھے (یعنی یہ تو

☆ شیخ الشیخ حضرت مولانا اورس صاحب کا خطوطی رحمہ اللہ کا مطالعہ اور علمی ذوق بڑا مشہور ہے، طالب علمی میں دل کے دورے کی شکایت ہوگئی، اکثر بے ہوش ہو جاتے۔ چوبی ہوش آتا تو دوبارہ مطالعے میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کے بارے میں مولانا اورشاہ شکاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

☆ آپ مطالعے کے ایسے شوقین تھے کہ ہر وقت دارالعلوم کے کتب خانے پر ملاحظہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک کتاب خریدنے کی خواہش کی، پیسے نہیں تھے تو خریدنے کے لیے اپنے کپڑے فروخت کر کے اس رقم سے کتاب خریدی۔

☆ (حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور شعل بہاول پور)

☆ حضرت علامہ اورشاہ شکاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

☆ جب آپ تھے کہ بہترین لوگوں میں ایک خوب صورت نکتہ کو دیکھا، آپ نے "آہ" کہا، "کون سے" "آہ" میں کہ پوچھا کہ آپ نے "آہ" کیوں کہا؟ فرمایا: میں نے لکھ کر اچھا خوب صورت آدمی اور جنم میں جا رہا ہے مکہ نے: کہا، مجھے کلمہ پڑھاؤ اور مسلمان ہو گیا۔

(نصف الفضل احمد عباسی)

☆ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ہم بچوں کا اسلام کے بچپن سے قاری ہیں اور اسے شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کا اسلام ہمارے گھر آتا ہے تو کھینچی تیار ہوجاتی ہے۔ یہ ہمارا کسی بھی سارا سلسلے میں پہلا خط ہے۔ ہم بچوں کا اسلام کے آسنے سامنے میں صرف دو خط پڑھتے ہیں، جن کے نیچے آپ جواب لکھتے ہیں۔ (خدا پر کو ج اور مے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (حراریہ) نور نور (گ)

☆: میری طرف سے بھی آمین۔

☆ شمارہ 583 کی دو بائیں جگہ اوٹ پناگ پڑنے کا شرف حاصل کیا۔ بہت ہی مزہ آیا۔ ہائے دے موبائل، ولپسٹ اور مصیبت آموزشی۔

واقعات سماج کے قدم بہ قدم بہت اچھا ہیں۔ ساتھ آکے ہو رہی ہے۔ خاموش ہتھیار، وکٹس سٹیشن کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔ شاہ حنیف نے ہمارے انداز میں قلم کو حرکت دی۔ ہم سطر پند آئی۔ مولانا محمد باشم عارف صاحب کا کوہلو کا سفر ہمارے انتظام کے تحت کامیاب ہو گیا۔ ان سے مزہ سڑوں کی درخواست ہے۔

☆: محمد ابراہیم قاسمی (میران) میں بھی مولانا محمد باشم عارف صاحب سے بھی درخواست کرتا ہوں۔

☆ کیا ہم اپنی غریبیں جگہ کے سچے بھائی بن سکتے ہیں۔ جوابی الفاظ ارسال ہے۔ کوئی ضرور ملے گا۔ کوئی محبت کی بات لکھ دیں۔ کیا میں ملنے کے دونوں طرف اور ان کی چوڑ کر لکھ سکے ہوں۔ (محمد حسن حبیب۔ کبر و پاک)

☆: جیڑوں کی اشاعت کے لیے کاغذ کیا ایک طرف اور ایک سطر چھوڑ لکھنا ہی درست طریقہ ہے۔ درد مضامین کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور جن کی اصلاح نہ ہو سکے ان کے لیے دردی کی بائیں ہی جگہ ہے۔ جگہ کے سچے بھائی بن سکتے ہیں۔

☆ 581 سارا شمارہ دلچسپ تھا۔ نائنڈ تھیں حراس سے بھر پور تھا۔ کہانی عید کا خند اول نمبر پوری۔ مکرانیت کے پھول اس بار اچھے تھے مگر مختصر پراثر میں ایک غلطی نظر آئی۔ بہت مولانا سیف الرحمن نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اس نشان دہی پر غور کریں۔ (محمد اسد ارشد۔ لاہور کینٹ)

☆: آپ اس واقعے کو سمجھ نہیں سکتے۔ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اسے بڑوں سے پوچھ لیا کریں۔

☆ ہم بچوں کا اسلام کے چھ سال پڑنے قاری ہیں۔ ہم نے اپنی ای جان سے دعا کرتا ہے کہ ہمارا خط شاہجی ہو جائے۔ خط شاہجی ہو گیا تو آپ کے لیے پورا رمضان دعا کریں گے۔ شمارہ 578 کی سبھی کہانیاں پسند آئیں۔ فالسے اول نمبر پر رہی۔ زندگی ایک امانت اور تھیں شخص بھی زبردست تھیں۔ سوسالہ ایڈیٹر کہانی کا کوئی متعجب نہیں تھا۔ (ذوبیلہ انشا پر۔ کراچی)

☆: آپ کی ای کی دعا جانوں ہوگی۔

☆ 579 پڑھا۔ زبردست تھا۔ عشرت جہاں کی وفاؤں کا سودا پڑھا کہ آگھوں میں آسوا آگھے۔ گفتگوں کی آئینہ میں بہت کچھ ہونے پر مجبور ہوگی۔ ہم زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت ہے۔ آپ ہمارے آئینہ میں ہیں لیکن عمل کے اعتبار سے زبردست ہیں۔ آپ کی دوا میں میں بہت ترس آئی۔ (محمد شیخ احمد۔ بہت۔ میر۔ پور خاص)

☆: سبھی کو ترس آ گیا۔

☆ کچھ ہی مدت پہلے مطالعے کے سندر سے لکھا ہوں۔ نکتے ہی غم کاغذ

آمنہ سامنہ

سنجیلا اور کچھ کہانیاں لکھ رہی ہیں اور کہانیاں شروع کر دیں۔ مطلب یہ کہ ایک بار پھر کہانیوں کے ساتھ حاضر ہوں۔ (محمد عواد عثمان۔ ڈیرہ قاری خان)

☆: اللہ کا شکر ادا کریں۔

☆ شمارہ 577 باتوں میں ہے۔ اس بار حافظ عبدالرحمان صاحب نے پہلے سے بھی زیادہ کمال کی کہانی لکھی ہے۔ بے زبان جاوید کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بہت اچھا سبق دیا ہے۔ بہت اچھا انداز بیان تھا۔ سونے کی زنجیر میں نواب حیدر نے دیانت داری کے پہلو کو بڑے اچھے انداز سے اجاگر کیا، لیکن طوالت زیادہ دینی گئی۔ گرتی دینا روضات کے پانچاٹ کے اچھے طور سے تھے۔ شاگرد کی دایہ بھی اچھی تحریر تھی۔ مکرانیت کے پھول میں بھی اچھے پسند نہیں آیا۔

(رہیہ اسفند نودال)

☆: مکرانیت کے پھول کا مکرانیت میں ہے۔

☆ سانا سے کے لیے کچھ کہانیاں اور مکرانیت کے پھول ارسال کیے تھے مگر آپ نے جیڑی مصیبت سے روکی کی بائیں کے حواسے کر دیے۔ اس لیے ہم دردی کی بائیں کے خلاف بچوں کا اسلام کی حد العت میں مقدمہ درج کر رہا ہے۔ اب آپ دیکھ لیں مضامین شائع کرتے ہیں یا مقدمہ کا سامنا کرتا ہے۔ (محمد عید حیدر۔ چنگ گرامیں)

☆: جیڑی اچھا دیکھ لیتا ہوں۔

☆ آپ خطوط کے دیر کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ شمارہ 580 اچھے میں ہے۔ زہر کا لہ پڑھ کر سوچ میں ڈوب گئے۔ کیا کوئی اس طرح بھی سوچ سکتا ہے۔ میری کہانی میری کہانی کے آخر میں تھا، کیونکہ میں تمہاری ہی کراچی ہوں۔ شہر تو ذکر ہوتے ہیں اکل (رویت ناز۔ کراچی)

☆: جیڑی اچھا دیکھ لیتا ہوں۔

☆ بچوں کا اسلام کے بہت بڑے قاری ہیں۔ یہ بہت زبردست اسلامی رسالہ ہے۔ ہمیں دو خطوں اچھے لگتے ہیں جن کے نیچے آپ جوابات لکھتے ہیں۔ والوں میں ہمیں جیڑی اور سرور پند، حافظ عبدالرحمان اور محمد شاہد قاری پند ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ (دکاشا قاری۔ حافظ والا)

☆: اسی لیے اب میں کوٹھن کرنا ہوں کہ خط کے نیچے کچھ نہ کچھ جواب لکھ دوں۔

☆ شمارہ 583 کا۔ ہائے دے ہوئی میں ایک لفظ پانچ ستارہ ہوئی (فانیو شمارہ ہوئی) نے بہت متاثر کیا۔ دیا میں ڈال بہت ہی سارا دواؤں سارا انداز میں پراثر تحریر تھی۔ تجویزی ہی گفت نے بیخود کر دیا۔ انھوں میں آسوا آگھے۔ وروہ کے ماں باپ پر کیا پڑتی ہوگی۔ آج کل مزید لکھتے دے لکھتے دے کمر سے سینگ کی طرح غائب ہیں۔ اس شمارے میں نوز پیش کی گئی شہت سے محسوس ہوگی۔ (خولہ حبیب قاری حبیب شفیق اپنی بیٹی۔ جینگ صدر)

☆: نوز پیش کی سب سے بھی پراثر ہے۔ میں نہیں ہوتا۔

☆ شمارہ 577 پڑھا۔ بہت ہی شان دار تھا۔ خاص طور پر گرتی دینا اور شاگرد کی دایہ بہت ہی پسند آئیں۔ بہترین ناول لکھا گا اباراڑنے پر آپ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔ شمارہ 59 ہے بچوں کا اسلام کا قاری ہوں۔ مجھے شروع کے 55 شمارے پڑھا دیں۔ (دکاشا قاری۔ کراچی)

☆: آپ خود کو کراچی میں رہتے ہیں۔ مقررے سے حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا ہم ایک ہیں؟

برہان چاہا اور واہ سے پر آئے نہیں۔ اُن کے منہ سے بچے نے رواں دواں سے پر آکر کہہ دیا کہ ذات کے نیک نیک نہیں دیکھتے رہے ہیں۔ لہذا دین بڑے تک سوتے رہیں گے۔

بہروز پھوٹ پھوٹ کر رو رہا۔

اذا ان کی آواز بلند ہوتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور مسجد کی طرف بڑھ گیا۔ نماز پڑھ کر وہ درمیک دعائیں مانگتا رہا۔ کچھ غالی پڑی تھی۔ وہاں کا کارنامہ ہی تھے۔ وہ بھی اللہ کے حضور گرگزار رہے تھے۔

بہروز اٹھ کر ابھی مسجد سے باہر نکلے تو تھا کہ ایک بہت ہی نورانی اور حسین بزرگ نظر آئے۔ تھے تو بہت نورانی مگر حد درجہ درخت تھے۔ مسجد کے ایک گوشے سے بیٹھے تھے۔ اُن کی وجہ سے مسجد بگڑ گئی محسوس ہو رہی تھی۔ بہروز نیک کران کے پاس گیا اور سلام کیا:

موزہ حبیب رائے

”آپ کون ہیں۔ جناب۔“

”میں اسلام ہوں۔ جناب اللہ جب۔“ وہ بولے اور اُن کے سوجھ بوجھ خوب صورت دانت جگمگاتے لگے۔

بہروز نے نیک کران کے ہاتھ حوام لیے۔

”میں بہت پریشان ہوں۔ جناب اب میری دیکھتے۔“ بہروز نے روتے ہوئے اپنے والد کا ہاتھ کا شان چاچا سلوک و اُن کے بے پرواہی کے سہم لیا، اپنے چٹاؤں اور اُن کی جیسی کے تمام حالات کہنا لے۔

”میرے بچے! تمہارے کا شان چاچا کی مثال اس وقت ایسی ہے جیسے کہ مصر مصر کی فوج اپنے ہی بے گناہ اور سنیے شہریوں پر حملے کر رہی ہے۔ اس وقت کوئی ان کی مدد کرنے والا نہیں۔ مصر کے تمام مسلمان بھائی بائیں خاموشی اور بے زار ہیں جیسے تمہارے والد دیا اور باقی بچے۔ روکا تو بہت دور کی بات کوئی آواز اُٹھانے والا بھی نہیں۔ 57 مسلم ملک کے سربراہ بائیں دم سادھے بیٹھے ہیں۔ اقتدار کی جنگ ہے۔ اقتدار حاصل کر لینے کا ایک نسخہ ہے۔ ہر ایک تسلیم کرتا ہے کہ موت آکر ہے گی۔ موت سے چھٹکارہ نہیں۔ کسی زندگی کی قضا نہیں لے بیٹھے ہیں۔ چند روز زندگی کے لیے ایمان کا سودا کر بیٹھے ہیں۔ نورانی بزرگ خاموش ہو چکے تھے۔ ایک کبریٰ موسیقی تھی۔ ایک سنا تھا کہ بہروز نیک کران دھڑکنے والے صاف محسوس کر تھا۔

”میرے بچے! مسلمانوں کی بیوردی سازشوں کا مقابلہ کرتا ہوگا، ورنہ باری باری تم سب بیوردی سازشوں کا شکار ہو جاؤ گے۔ ایک کے بعد ایک۔“

”میں نہیں! میں ایسا نہیں ہوگا۔“ بہروز اٹھ کھڑا ہوا۔

”ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ہم سب مسلمان بھائی ہیں۔ ہماری تعداد دین چارہ ارب سے زائد ہے۔ ہم ایک ہیں۔ مسلم مسلمان بیوردیوں کی سازشوں کا مقابلہ نہیں ہوں گے۔ ہمارے مسلمان مقتدر نہیں۔ ہم سب قلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہم مل کر سوائے ہوؤں کو دغا نہیں دیں گے۔“

یہ کہتے ہوئے بہروز نے فوراً بغیر بلند کیا اور مسجد سے نکل آیا۔ اس کے زور وار غصے کی آوازیں کراس پاس سے رواں دواں سے نکلتے گئے۔

☆☆☆☆

”بابا جان! کیا آپ کو معلوم ہے۔ کا شان چاچا کے گھر میں آج کل کیا ہو رہا ہے؟“ بہروز نے اپنے والد سے سوال کیا جو کہ دی کے سامنے بیٹھے ریسمت کنٹرول سے پگھل چلا رہے تھے۔

”بابا جان! آپ کون رہے ہیں۔“ بہروز نے دوبارہ پوچھا۔

”میں ابھی ابھی کچھ سنا بھی تھا۔ ابھی میں یہ پروگرام دیکھ رہا ہوں۔“ گھر میں آپ کو سنا ہے بغیر نہیں رو سکتا بابا جان! کا شان چاچا کے گھر آج کل زبردست لڑائی جھگڑا ہو رہا ہے۔ چاچا اپنے ہی بچوں کو اس بری طرح مار رہے ہیں کہ میرا دل دھل جاتا ہے۔ بچوں کی آوازیں کراس بری قاصد ہی کنتا ہے۔ پڑوس میں تو گھر ہے اُن کا۔“ بہروز یہاں تک کہہ کر چند لمحے زکا اور اپنے بابا جان کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

”یہ سب بات بابا جان! آپ کو پریشان نہیں ہوئی۔“

”پریشان۔“ انھوں نے کچھ دیر تک کہا۔ پھر بولے۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔ آوازیں، چٹناؤں، درد، سب مجھے بھی سنائی دے رہا ہے۔ آخر میں بھی کسی گھر میں رہتا ہوں۔ رونے کی آوازیں ہوتی ہی اس قدر بلند ہیں۔“

”خیر! کا شان چاچا اپنے بچوں کو اس قدر بے دردی سے کیوں مار رہے ہیں۔ اُن کے بچے نیک اور صالح بچے ہیں۔ مگر کا شان چاچا کتنے سنگ دل ہیں۔ آپ ان کے بچوں کی بیچ دیکر سنتے ہیں تو پھر کچھ کرتے کیوں نہیں۔ مجھے تو آپ پر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔“ بہروز نے جلدی بھائی کہا۔

”خاموش رہو بہروز! اٹھا اٹھا زامہ آ رہا تھا ہی دی پر۔“ خواہ مخواہ بولے جا رہے ہو۔ جاؤ۔ بھاگو یہاں سے۔“ بابا جان نے اونچی آواز میں اُسے ڈانٹا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

بہروز کے والد کا شان چاچا اور بہروز کے دوسرے چاچا یا تایا سب ایک ہی گلی میں رہتے تھے۔ سب کے قریب قریب مکان بنے ہوئے تھے۔ بہروز خاموشی سے اپنے گھر سے نکلا۔ ڈراہی ویر میں وہ اپنے لیضان تاپا کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔

”تایا جی! آپ کچھ کیجیے ضرار! کا شان چاچا اپنے مصوم بچوں کو بہت ہی بے دردی سے مار رہے ہیں۔ کئی دن ہو گئے! انھیں یہ قلم کرتے، رات ہو ڈان، مجھے ان کے بچوں کے چلنے کی آوازیں آتی ہیں۔“ بہروز نے دروازہ کھٹکتے ہی بدلا شروع کیا۔

”آوازیں اور تو آج کل میں کبھی نہیں آتی ہیں۔“ لیضان تاپا بدلا لے۔

”پھر جائے ناں! چاچا کو رہے ناں۔“ بہروز نے گرگزار کر کہا۔

”مجھے بہروز انہیں ہمارے جھگڑے میں نہیں پڑتا۔“

”ہاں! جھگڑا اب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا کا شان چاچا آپ کے گھر بھائی نہیں ہیں۔“ بہروز رو دیا۔

”جی! ابھی تو جاؤ۔ پھر کبھی آنا۔ ابھی تو ہم دعوت میں جا رہے ہیں۔ وہاں سے کھو سنے لگی جائیں گے۔“ انھوں نے ٹھٹ سے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ بہروز برہان چاچا کے گھر کی طرف مڑ گیا۔ وہاں درمیک دروازہ بجاتا رہا مگر